ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء — عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

غلام احمد قادیانی

نمبر ۴۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل

اخبار ہفتہ میں دو بار

فی پرچہ ایک آنہ

قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی ۶؎ ششماہی للعہ سہ ماہی عار

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

جلد ۱۳	مورخہ ۱۱ر جون سنہ ۱۹۲۶ء یوم جمعہ مطابق ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۴ھ	نمبر ۱۱۸

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں حضرت اُم المومنین کو سر کے چکروں کی شکایت ہے۔ سب احباب دعائے صحت فرمائیں۔

صاحبزادہ خلیل احمد یادگار سیدہ امۃ الحی صاحبہ مرحومہ کی صحت و طاقت خدا کے فضل سے ترقی کر رہی ہے۔

جناب مفتی محمد صادق صاحب ناظر امور خارجیہ جن مہمات کے لئے اضلاع لائلپور اور جھنگ وغیرہ کی طرف تشریف لے گئے تھے انکو سرانجام دیکر واپس قادیان پہنچ گئے ہیں۔

۹ جون سنہ ۲۶ء بروز بدھ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ہیڈ مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان کی برات سنور ریاست پٹیالہ کو روانہ ہو گئی۔ برات میں صاحبزادہ میاں ناصر احمد صاحب و حافظ روشن علی صاحب شامل ہوئے۔ یہ مولوی صاحب کی تیسری شادی ہے۔

چند دن سے یہاں کے بعض محلوں میں طاعون کے چند کیس ہوئے تاحال کچھ نہ کچھ شکایت پائی جاتی ہے۔ گھروں کی صفائی اور دیگر

اخبار احمدیہ

احمدی بورڈ ضلع ہزارہ کا اجلاس

۲۳ مئی سنہ ۱۹۲۶ء کو مانسہرہ ضلع ہزارہ کے احمدی بورڈ کے ممبران کا اجلاس ہوا۔ بورڈ کے ممبران میں سے عبدالرحیم خان صاحب حصاری شامل نہ ہو سکے۔ جناب قاضی محمد یوسف صاحب ناظر جمعیت کمشنر صاحب بہادر صوبہ سرحد و بابو غلام رسول صاحب ہیڈ ڈرافٹسمین ڈویژنل جج صاحب بہادر پشاور اس مجلس میں شامل ہو گئے ہر دو صاحبان نے ہزارہ کی احمدی انجمنوں کی ضروریات اور نظام کے متعلق بہت ہی مفید اور مفصل تقریریں کیں۔ خان بہادر محمد علی خان صاحب پولیٹیکل اے۔ سی اس جلسہ کے پریزیڈنٹ تھے۔ تعلیم و تبلیغ کے متعلق یہ قرار پایا کہ تحصیل ہری پور و تحصیل دیگرہ کی نگرانی اور تبلیغ سید بہادر شاہ صاحب کے ذمہ ہو۔ دیگراں میں احمدی مسجد نہیں ہے۔ بلکہ غیر احمدی اور غیر مبایعین سے مشترک ہے۔ جس کی وجہ سے درس دینے میں حرج ہوتا ہے۔ اس واسطے وہاں علیحدہ مسجد یا انجمن کا مکان خاص انتظام سے مقرر کیا جائے۔

موضع داتہ میں درس کا کوئی انتظام تاحال نہیں ہے۔ آیندہ درس کا باقاعدہ انتظام ہو۔ سید سرور شاہ صاحب رئیس نے درس کا انتظام اپنے ذمہ لیا۔ قصبہ ایبٹ آباد میں مسجد کے لئے کوشش کی جائے۔ یا مکان تبدیل کیا جائے۔ اور درس کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ مولوی عبدالحق صاحب اپیل نویس سکرٹری انجمن احمدیہ ایبٹ آباد درس قرآن کا انتظام کریں گے۔ اور تمام ممبران بورڈ تبلیغ کے واسطے باہر جانے کے لئے اپنے اپنے اوقات مقرر کریں گے۔

انجمن احمدیہ لائلپور کا سالانہ جلسہ

انجمن احمدیہ لائل پور کا سالانہ جلسہ ۲۸، ۲۹، ۳۰ مئی سنہ ۱۹۲۶ء کو ہوا۔ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب۔ جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق۔ مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل بدوملہوی اور شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور تشریف لائے۔ ہماری جماعت نے امسال مذہبی کانفرنس کے انعقاد کا بھی فیصلہ کیا تھا۔ چنانچہ آریہ سماج لائل پور اور

مسیحی صاحبان نے اس میں شرکت منظور کرلی۔ مگر افسوس ہے کہ آریہ صاحبان عین وقت پر شرکت سے انکار کر گئے۔ کیونکہ ہماری طرف سے یہ شرط بھی تھی۔ کہ اس کانفرنس میں کسی کو حق نہیں ہوگا۔ کہ دیگر مذاہب پر دل آزارانہ نکتہ چینی کرے جس سے دوسروں کے جذبات اور احساسات کو صدمہ پہنچے یہ وہ شرط تھی۔ جس پر آریہ سماج کو عمل کرنا مشکل معلوم ہوا۔ اور شرکت سے انکار کر گئی۔ جناب میر قاسم علی صاحب کے "آریوں کا دیگر مذاہب سے سلوک" اور مسئلہ تناسخ پر نہایت کامیاب لیکچر ہوئے۔ جنھیں حاضرین نے از حد پسند کیا۔ مولوی غلام احمد صاحب کے لیکچر "صداقت مسیح موعود" "کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا" اور احسانات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئے۔ تیسرے لیکچر میں آپ نے اجرائے نبوت فی خیر امت کا بھی زبردست دلائل سے ثبوت دیتے ہوئے اسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عظیم الشان احسان ثابت کیا حاضرین نے آپ کے لیکچروں کو نہایت توجہ اور سکون سے سنا۔

دوسرے دن شیخ محمد یوسف صاحب کا "ویدک دھرم اور اسلام" پر ایک عالمانہ لیکچر ہوا۔ جسے سنکر حاضرین از حد محظوظ ہوئے۔ شام کو آپ کا لیکچر "سکھ دھرم اور اسلام" پر ہوا جس میں آپ نے زبردست دلائل سے حضرت باوا گورو نانک علیہ الرحمۃ کا مسلمان ہونا ثابت کیا۔ حاضرین میں سے ایک گیانی صاحب نے وقت مانگا۔ چونکہ اس کے بعد مذہبی کانفرنس ہونے والی تھی۔ اور عیسائیوں کی طرف سے مضمون پڑھا جانے والا تھا۔ اس لئے ہم نے معذوری کا اظہار کیا۔ لیکن سکھ صاحبان نے مسیحی صاحبان کی اجازت سے ان کا وقت لے لیا۔ اور اس کے بعد فریقین میں نہایت کامیاب مناظرہ ہوا۔ اگرچہ گیانی صاحب نے ایک گھنٹہ کامل جناب شیخ محمد یوسف صاحب کی تقریر کی تردید میں تقریر کی مگر شیخ صاحب نے نصف گھنٹہ میں ہی اس تمام تقریر کا معقول جواب دے دیا۔ گیانی صاحب کی تمام تقریر گورو ارجن دیو کے حوالوں پر مشتمل تھی۔ حالانکہ شیخ صاحب کی طرف سے گورو نانک صاحب کے اپنے اقوال پیش ہوئے تھے گیانی صاحب ایک شلوک بھی گورو نانک صاحب کا اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش نہ کر سکے۔ حاضرین پر آپ کی بے بسی اور بیکسی خوب آشکارا ہوئی۔

جناب ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب کے پانچ لیکچر ہوئے پہلا "امریکہ و اسلام" پر دوسرا "عیسائیت و اسلام" پر تیسرا "مسیح موعود کے کارنامے" چوتھا "ضرورت تنظیم و تبلیغ" پر اور پانچواں "زندہ مذہب" پر۔ آپ کے تمام لیکچر نہایت شوق و ذوق اور توجہ اور سکون کے ساتھ سنے گئے آپ نے ہر ایک لیکچر میں نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ثبوت دیا۔ "زندہ مذہب" پر آپ کا لیکچر ہوا۔ وہ اپنے اندر ایک خاص جوش، درد اور جذب رکھتا تھا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود کو اس رنگ میں اسلام کی زندگی کے ثبوت میں پیش کیا کہ حاضرین کو محو حیرت کر دیا۔ مفتی صاحب کا لیکچر ختم ہو گیا مگر حاضرین کا شوق ختم نہ ہوا۔ اور مجبوراً انہیں اپنے اشتیاق کو دبا کر جلسہ گاہ کو چھوڑنا پڑا۔ دعا پر جلسہ ختم کیا گیا لوگ ہمارے جلسہ میں جوق جوق ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ہمیں نہایت خوبی سے کامیابی کے ساتھ ہزار ہا نفوس کے مجمع میں اسلام و سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کرنے کا موقعہ دیا۔

یہ سب کچھ ہمارے پیارے آقا سیدنا فضل عمر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی روحانی توجہ اور دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک ثمرات پیدا کرے۔ اور بہت سے نفوس کو آستانہ قدس پر جھکائے۔ آمین

خاکسار عطا محمد۔ سکرٹری تبلیغ انجمن احمدیہ۔ لائلپور

پٹی میں غیر احمدیوں سے مناظرہ

پٹی کے اہلحدیثوں کی طرف سے تین ہفتہ قبل از مناظرہ یہاں کی مقامی احمدی جماعت کے نام رقعے پر رقعے آرہے تھے کہ ہمارے ساتھ حضرت مرزا صاحب کے اعتقاد اور اسلام پر بحث کرو۔ اور ساتھ ہی وہ اس امر پر بھی مصر تھے کہ اس مسئلہ کے سوا ہم کسی اور مسئلہ پر بحث کرنا نہیں چاہتے۔ آخر ۳۰ مئی ۱۹۲۶ء تاریخ مناظرہ مقرر ہوئی۔ اور اسی تاریخ پر مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری مناظرہ کے لئے قادیان سے تشریف لائے۔ مولوی عبدالرحیم سکھو والے نے جو کہ غیر احمدیوں کی طرف سے مناظر تھے اہلحدیثوں کے مقرر کردہ مضامین پر بحث کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار وفات مسیح ناصری اور صداقت مسیح موعود جو احمدی جماعت کی طرف سے دو مضامین رکھے گئے انہوں نے بخوشی منظور کئے اور پہلے صبح ۳۰ مئی ۱۹۲۶ء کو مسئلہ حیات و وفات مسیح ناصری پر بحث شروع ہوئی۔ اس مناظرہ میں مولوی صاحب اہلحدیث قرآن مجید کی آیات کی طرف بالکل نہ آئے۔ اور اپنے بیان میں انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کی حدیث پیش کی۔ جس کے جواب میں مولوی اللہ دتا صاحب نے بخاری شریف پیش کی کہ راوی اس حدیث کی بخاری سے سنداً نا ہے۔ بخاری شریف میں من السماء کا لفظ دکھاؤ اور انعام لو۔ اس مطالبہ سے بھی مولوی صاحب اخیر وقت تک عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ آخر عوام کو برانگیختہ کرنے کی مولوی صاحب نے جب سعی کی تو جناب تھانیدار صاحب نے شور بند کرا کے امن قائم کر دیا۔ جس کی وجہ سے ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

پھر دوسرے مضمون یعنی صداقت دعویٰ حضرت مسیح موعود بر منہاج نبوت پر تین بجے بعد دوپہر مناظرہ شروع ہوا۔ اور اس کا وقت بھی دو گھنٹہ تھا۔ جب پہلی تقریر مولوی اللہ دتا صاحب نے شروع فرمائی۔ تو مولوی عبدالرحیم صاحب نے اثر کم کرنے کے لئے درمیان میں بولنا شروع کر دیا۔ کبھی حوالہ طلب کرتے۔ حوالہ دیا جاتا تو اصل کتاب طلب کرتے۔ جب کتاب دیجاتی۔ تو درمیان میں بولنے کو کوئی اور بہانہ نکالتے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبل دعویٰ زندگی کو مولوی اللہ دتا صاحب نے بطور نشان کے پیش کیا۔ مگر فریق مخالف بار بار یہی کہے کہ ہم قبل دعویٰ پر اعتراض نہیں کرتے۔ بعد دعویٰ زندگی کو دیکھتے ہیں۔ حالانکہ انکو بار بار متوجہ کیا گیا خدا تعالیٰ قبل دعویٰ زندگی کو بطور معیار پیش کرتا ہے۔ آخر پیشگوئیوں پر اعتراض کئے۔ جن کے مفصل اور تسلی بخش جواب دیئے گئے۔ پبلک پر بہت اچھا اثر ہوا۔

حکیم مرزا فیض احمد صاحب احمدی نے مہمان نوازی اور انتظام جلسہ میں بہت ہمت دکھائی۔ اس مناظرہ میں جناب مرزا عنایت اللہ بیگ صاحب رئیس پٹی پریزیڈنٹ تھے۔ جنھوں نے اچھی طرح امن قائم رکھا۔ وقت کی فریقین سے پابندی کرائی اور کمال منصفانہ برتاؤ سے کام لیا۔ جس کے لئے ہم ان کے شاکر ہیں۔ خاکسار محمد صالح۔

نور ہاسپٹل قادیان میں دو بڑے اپریشن

نور ہاسپٹل جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ اور حضرت میر ناصر نواب صاحب کی یادگار ہے۔ اب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی سرپرستی اور دعاؤں سے اس قابل ہے کہ اس میں ایسے اپریشن ہو سکیں۔ جن پر بڑے بڑے سرجن فخر کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ حال میں ایک تین سالہ بچہ کے مثانے سے دو پتھریاں بذریعہ سپرا پیوبک اپریشن نکالی گئیں۔ اور احمدیہ کالج کے ایک طالب علم ظہور الحسن جو کہ ایکیوٹ ایلیبس میں مبتلا تھے۔ اور پیپ کر کے اوپر کے حصے سے لیکر اندر ہی اندر ران کے اندر کی طرف پہنچی ہوئی تھی۔ جس کا معلوم کرنا بہت مشکل تھا۔ اپریشن ہوا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے دونوں کیس روبصحت ہیں نیز امسال دس اپریشن موتیا بند کے ہوئے۔ تمام رفیقوں کو خاصکر موتیا بند کے مریضوں کو ضرور مستفید ہونا چاہیئے۔ مکرم عبدالمجید خان صاحب کوئٹہ سے نور ہاسپٹل کی امداد کے لئے کچھ سٹیشنری بہم پہنچاتے ہیں۔ نور ہاسپٹل کی طرف سے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خاکسار شیخ احسان علی کارکن نور ہاسپٹل قادیان

استاد کی ضرورت

مجھے ۸ اور ۷ سالہ دو لڑکیوں کے لئے ایک مستقل استاد کی ضرورت ہے۔ جو قرآن پڑھا سکے اور پرائمری تک تعلیم دے سکے۔ تنخواہ کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت۔ قوم عمر لیاقت اور مقامی جماعت کے سکرٹری کا سرٹیفکیٹ ضرور لکھیں۔ محمد اسمٰعیل اسسٹنٹ سرجن۔ سول ہاسپٹل۔ لائلپور

درخواست دعا

ایک نو احمدی بھائی کے روزگار کے لئے دعا ... فرمائیں۔ عطا محمد سکرٹری انجمن احمدیہ لائلپور (۳) مرزا محمد صدیق صاحب احمدی ٹھیکیدار مشکلات میں ہیں۔ اور طالب دعا مومنین ہیں۔ احباب ان کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار نعمت اللہ گوہر بی اے سیکنڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
یوم جمعہ - قادیان دارالامان - ۱۱ جون سنہ ۱۹۲۶ء

قاہرہ کی مجلس خلافت کا فیصلہ

قاہرہ (مصر) میں علماء ازہر اور دیگر مقتدر اصحاب کی ایک عرصہ کی سعی اور کوشش کے بعد حال میں جو مجلس منعقد ہوئی۔ اور مسئلہ خلافت کے متعلق وہ جس نتیجہ پر پہنچی ہے اس کی نسبت مسلمانان ہند بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے ہیں اور ارباب کانفرنس کی عقل و دانش کی داد دے رہے ہیں۔ وجہ یہ کہ انہیں خطرہ تھا۔ کہیں سلطان مصر کو خلیفہ نہ نامزد کر دیا جائے۔ اور ان کی قیادت کا جوا تمام دنیا کے مسلمانوں پر نہ رکھ دیا جائے۔ جس کے اٹھانے کے لئے وہ ہرگز تیار نہیں ہیں۔ چونکہ مجلس نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ خلیفہ کے تقرر کو ناممکن قرار دیدیا ہے۔ اس لئے مسلمان اس فیصلہ پر اس طرح خوش ہو رہے ہیں۔ جس طرح کسی بہت بڑی مصیبت اور بلا کے ٹل جانے پر کوئی خوش ہو سکتا ہے۔

ایک طرف مجلس خلافت قاہرہ کا یہ فیصلہ کہ :-

"اس وقت عالم اسلام میں اس قدر انتشار ہے کہ مسلمانان عالم کو یکایک کسی مرکز اتحاد پر لے آنا آسان نہیں ہے۔ اور خلیفہ کے تقرر سے اختلاف کے بڑھنے کا اندیشہ ہے"

اور دوسری طرف اس پر مسلمانان ہند کی خوشی و مسرت ثبوت ہے اس بات کا۔ کہ خلافت جیسی نعمت جو خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک سلک میں منسلک کرنے اور استحکام دین عطا کرنے کے لئے بخشی تھی۔ وہی ان کی بد قسمتی سے ناممکن الحصول اور تفرقہ کا باعث سمجھی جانے لگی ہے اور کوئی ایسی صورت انہیں نظر نہیں آتی۔ کہ جس کے ذریعہ اس کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں ؛

مذکورہ بالا کانفرنس کے متعلق جو خبریں ہندوستان میں پہنچی ہیں۔ ان میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب مجلس عام میں سب کمیٹی کی یہ رپورٹ پڑھی گئی۔ کہ خلیفہ کا وجود عالم اسلام کے لئے نہایت ضروری ہے۔ لیکن اس وقت چونکہ دنیا اسلام میں کسی مرکز اتحاد پر جمع ہونے کی صلاحیت نہیں، یعنی کسی ایک شخص کو دنیا اسلام خلیفہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی اس منصب کے قابل ہے تو تمام حاضرین رو پڑے اور اپنی بدبختی اور بے حالی پر آہ و فغاں کرنے لگ گئے ؛

فی الواقعہ اس سے بڑھکر رونے اور ماتم کرنے کا اور کونسا مقام ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اسلام جو دنیا کو اتحاد اور یک جہتی کا سبق پڑھانے آیا تھا۔ جس نے صدیوں کی دشمنیوں اور عداوتوں کو مٹا کر جنگجو لوگوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ جس نے اخوت اور محبت میں نئی روح پھونک دی۔ آج اسی کے پیرووں کی یہ حالت ہے۔ کہ انہیں کسی ایک مرکز پر جمع ہونے اور آپس میں متحد ہونے کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آتی۔ اور جو صورت وہ سمجھتے ہیں۔ اس کے متعلق ان کا خود اعتراف ہے۔ کہ وہ بھی افتراق اور انشقاق کا شکار ہو کر بیکار ہو گئی ہے۔ اور ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

کی مصداق بن گئی ہے ؛

ہندوستان کے مسلمان خوش ہیں۔ کہ انہیں کسی نام نہاد خلیفہ کے تقرر کی ناخوشگوار خبر سننی نہیں پڑی۔ اور وہ مسرور ہیں۔ کہ مسئلہ خلافت کو ناقابل حل مسئلہ قرار دیدیا گیا ہے۔ لیکن کسی سمجھدار اور دور اندیش انسان کے نزدیک یہ خوش ہونے کا مقام نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کا جو ذریعہ قرار دیا ہے۔ اسی کو افتراق اور انشقاق کا باعث بتایا گیا ہے۔ یہ صاف بات ہے۔ اور کسی مسلمان کہلانے والے کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو متحد اور متفق بنانے کے لئے خلافت کو ذریعہ بنایا تھا۔ اور اب جبکہ مسلمانوں کا افتراق حد کو پہنچ چکا ہے۔ تو ضروری ہے کہ مسلمانوں میں حقیقی خلافت قائم ہو۔ تا اس کے ذریعہ مسلمانوں کو ایک مرکز پر لایا جا سکے اور ایک سلک میں منسلک کیا جائے۔ لیکن عجیب اور نہایت ہی حیرت انگیز بات یہ ہے۔ کہ قاہرہ کی خلافت کانفرنس یہ فیصلہ کرتی ہے۔ اور تمام مسلمان اس سے اتفاق ظاہر کرتے ہیں۔ کہ چونکہ دنیا اسلام کا انتشار حد سے بڑھ چکا ہے۔ اور تمام مسلمانوں کے اتحاد کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اس وجہ سے کوئی خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے۔ ہاں جب مسلمان متحد ہو جائیں تو پھر کسی کو خلیفہ بنا لیا جائے۔ مگر یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ جیسے یہ کہا جائے۔ کہ فلاں علاقہ میں چونکہ طاعون کا بہت زور ہے۔ اس لئے اس وقت تک وہاں کوئی ڈاکٹر مقرر نہ ہونا چاہیئے۔ جب تک وبائی بیماری بکلی دور نہ ہو جائے اگر یہ کہنا عقلمندی اور ہوشیاری پر مبنی ہو سکتا ہے۔ تو یہ کہنا بھی قرین عقل و فکر سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ جب تک مسلمانوں کا تفرقہ دور نہ ہو جائے۔ اس وقت تک کوئی خلیفہ مقرر نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر وبائی مرض کی جس قدر زیادہ شدت ہوتی اسی قدر جلد ڈاکٹر کے تقرر کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو پھر مسلمانوں میں جس قدر زیادہ انتشار اور انشقاق نظر آتا ہے۔ اسی قدر زیادہ زور سے وہ خلیفہ کے تقرر کا متقاضی بھی ہے۔ کیونکہ جس طرح بیماری کو دور کرنے کے لئے بظاہر اسباب ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ اسی طرح مذہبی اور قومی تفرقات کو دور کرنے کے لئے خلافت کی ضرورت ہے ؛

قاہرہ کی خلافت کانفرنس نے جہاں مسلمانوں کے تفرقہ میں اضافہ ہو جانے کے خطرہ سے کسی خلیفہ کے تقرر کو ناممکن بتایا ہے۔ وہاں یہ تجویز بھی پاس کی ہے کہ :-

"ہر اسلامی ملک میں مؤتمر کی شاخیں قائم ہوں۔ جو مسلمانوں کو ہمیشہ اس ضرورت کی طرف متوجہ کرتی رہیں۔ اور اس کی سعی کریں۔ کہ مختلف اسلامی ممالک کے اختلافات دور ہوں۔ اور ایک ایسا شرعی نظام قائم ہو سکے کہ ملت بیضا کا انتشار رفع ہو کر مسلمانوں میں حقیقی قوت پیدا ہو سکے"

اب سوال یہ ہے۔ کہ اگر کسی اور ذریعہ سے "ملت بیضا کا انتشار" رفع ہو سکتا ہے۔ اور "مختلف اسلامی ممالک کے اختلاف" دور ہونے کی کوئی اور صورت ہو سکتی ہے۔ تو پھر "کسی خلیفہ" اور خلافت کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے۔ کہ مؤتمر کی شاخیں مسلمانوں کو ہمیشہ اس ضرورت کی طرف متوجہ کرتی رہیں لیکن اگر واجب الاطاعت خلیفہ کے سوا مسلمانوں میں کبھی اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کے بغیر ملت بیضا کا انتشار رفع ہو سکتا ہے۔ تو سب سے ضروری اور لابدی امر یہ ہے کہ حقیقی خلافت کی جستجو کی جائے ؛

دراصل خلافت کو عالم اسلام کے لئے ضروری سمجھتے ہوئے کسی خلیفہ کے تقرر کو تفرقہ کا مزید باعث بتانے کی وجہ سوائے اسکے اور کوئی نہیں۔ کہ مسلمان خدا تعالیٰ کے کام کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں۔ یعنی خلیفہ کے تقرر کو اپنے اختیار میں رکھکر اپنی خواہشات کے پورا ہونے کا آلہ بنانا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں بھلا کبھی ممکن ہے کہ حقیقی خلافت قائم ہو سکے۔ خلافت کے قیام کے لئے یہ قرار دیا گیا ہے کہ دنیا کے مسلمانوں کا اختلاف اور ملت بیضا کا انتشار رفع ہو جائے۔ لیکن چونکہ بغیر کسی ایسے سامان کے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا گیا ہو ایسا ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے یہ بھی ناممکن ہے کہ مسلمان خود بھی خلافت قائم کر سکیں۔ اس کا صرف ایک ہی طریق ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ اپنے ایک خاص بندہ کو مسلمانوں کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمائے۔ اور اس حبل اللہ کو پکڑ کر مسلمان ایک مرکز پر جمع ہوں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی زار و نزار حالت اور ان کی پراگندہ حالی پر رحم فرماتے ہوئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانہ میں مبعوث فرمایا۔ اس لئے مسلمانوں کے اتحاد اور ایک مرکز پر جمع ہونے کی صرف یہی صورت ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں داخل ہو جائیں۔ اور آپ کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے خلافت کا جو سلسلہ قائم کیا ہے۔ اس میں منسلک ہو جائیں ورنہ ناممکن ہے۔ کہ وہ اپنی تجویزوں اور کوششوں سے کوئی خلیفہ بنا سکیں۔ اور پھر وہ ان کے اتحاد کا ذریعہ بن سکے ؛

مسلمان جب اتفاق و اتحاد کے اس مرکز پر قائم نہ ہوں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ اس وقت تک نہ تو ایک سلک میں منسلک ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کا انشقاق رفع ہو سکتا ہے۔ کاش! مسلمان اس ذریعہ سے فائدہ اٹھائیں ؛

سری کرشن جی اور طلاق

الفضل کے ایک گذشتہ پرچہ میں معاصر مسلم راجپوت گزٹ سے ایک اقتباس درج کیا گیا تھا۔ جس میں "شریمد بھاگوت" کے حوالے سے بتایا گیا تھا۔ کہ سری کرشن جی نے اپنی ایک بیوی سے اپنی غربت اور بے مائیگی کا ذکر کرتے ہوئے کہا :-

"تم نے ناسمجھی سے چٹھی میرے پاس بھیجدی۔ میں بھی کہنے میں آگیا۔ اب تم کو اجازت ہے کہ جس سے دل ملے۔ اس کا دامن پکڑ لو"

یہ الفاظ بتلاتے ہیں۔ کہ کسی ناراضی اور ناچاقی کے موقعہ پر کہے گئے ہیں۔ اور ایسی حالت میں کہے گئے ہیں۔ جبکہ کرشن جی مہاراج کو اس بیوی سے سخت صدمہ اور رنج پہنچا ہے۔

ان الفاظ سے ہم نے یہ استدلال کیا تھا کہ سری کرشن جی مہاراج نے اس بیوی کو اپنے سے قطع تعلق کر لینے اور پھر دوسری جگہ شادی کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے اسی رنگ میں طلاق کی تجویز اپنی بیوی کے سامنے پیش کی جس رنگ میں اسلام نے حکم دیا ہے۔ اور دوسری شادی کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

اس صاف اور سیدھی مگر ہندو دھرم کے بنیادی اصول کو غلط ثابت کر دینے والی بات پر اخبار "سدرشن" بہت سٹ پٹاتا ہوا لکھتا ہے :-

"ہمارے دھرم میں سوائے دوج لوگوں کے نیچ جن کے سمجھنے کے طریقوں میں ایک خاص اسلوب ہے۔ ہر کسی کو وید۔ شاستر اور دھرم گرنتھ پڑھنے کی اجازت نہیں"

ان الفاظ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ نے بیچارہ "سدرشن" کو کیسی مشکل میں ڈالدیا ہے۔ وہ اس بات سے تو انکار نہیں کر سکتا۔ کہ الفضل میں جو حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ بھاگوت کا نہیں۔ اور نہ وہ یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ جس بات کا اس میں ذکر ہے۔ وہ صحیح نہیں۔ اس لئے وہ یہ کہہ رہا ہے کہ بعض "خاص اسلوب" کے لوگوں کے سوا کسی کو وید، شاستر اور دھرم گرنتھ پڑھنے کی اجازت ہی نہیں۔ مگر اس سے سوائے اس کے اور کیا ثابت ہو سکتا ہے کہ ہندو صاحبان اپنے ویدوں اور گرنتھوں کو اس قابل ہی نہیں سمجھتے۔ کہ سوائے ان لوگوں کے جو اندھا دھند ان پر شردھا رکھتے ہیں۔ کسی اور کے سامنے پیش کر سکیں۔ وہ اگر وید ساری دنیا کی ہدایت کے لئے ہیں۔ اور ویدوں میں ہی پرمیشور کا سچا مذہب بیان کیا گیا ہے۔ اور وید ساری خوبیوں کا مجموعہ ہیں تو ان کے پڑھنے کی اجازت نہ دینے کے کیا معنی؟ "سدرشن" کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ زمانہ گیا۔ جب ویدوں اور دیگر دھرم گرنتھوں کو ہندو سکال کوٹھڑیوں میں بند کر کے رکھتے تھے اور یہ ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ کہ ان میں کیا لکھا ہے اب علم اور روشنی کا زمانہ ہے۔ ہر مذہب کے لوگ اگر طوعاً نہیں تو کرہاً اپنے اپنے مذہب کی کتابیں پبلک میں لانے کے لئے مجبور ہو رہے ہیں۔ اور ان کا مطالعہ عام ہو رہا ہے۔ جس سے ان کی حقیقت ظاہر ہو رہی ہے ؛

منکسر المزاجی یا بے غیرتی

"سدرشن" کے نزدیک وہ الفاظ جو کرشن جی نے اپنی بیوی سے کہے "منکسر المزاجی کی رعایت" سے کہے گئے ہیں۔ اور ان کا مفہوم یہ تھا کہ وہ اپنی بیوی سے بانداز شاعرانہ اپنی مفلسی کا ذکر کرتے ہوئے کہہ رہے تھے :-

"تمہاری اقبال مندی کے کس قدر امکان تھے۔ اگر تم دوشیزہ ہوتیں۔ تو بیسیوں راجے تمہاری شادی کے لئے تیار ہو جاتے"

اول تو یہی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ میں غریب اور قلاش ہوں۔ مجھ سے تعلق پیدا کرنے میں تم نے حماقت کی۔ اب بھی کچھ نہیں گیا۔ جس سے دل ملے۔ اس کا دامن پکڑ لو۔ کہاں کی منکسر المزاجی اور شاعرانہ انداز ہے۔ کوئی باغیرت انسان اس وقت تک اپنی بیوی سے اس طرح نہیں کہہ سکتا۔ جب تک اسے اپنی بیوی بنائے رکھنے کے قابل سمجھتا ہے۔ پھر کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ سری کرشن جی نے اپنی کسی چاہتی بیوی سے ایسی صورت میں الفاظ کہے۔ جبکہ اس سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہتے تھے۔ پھر ان الفاظ کا جو مفہوم "سدرشن" نے اخذ کیا ہے۔ وہ کسی صورت میں بھی درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ "اب بھی کچھ نہیں گیا۔ جس سے تمہارا دل ملے اس کا دامن پکڑ لو" نہ یہ کہ "اگر تم دوشیزہ ہوتیں۔ تب بیسیوں راجے تمہاری شادی کے لئے تیار ہو جاتے" تیار ہوتے کیا۔ وہ تو پھر بھی تیار ہی بتاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ نہ تو ان کے نزدیک دوشیزہ کی کوئی شرط تھی۔ اور نہ اس زمانہ کے راجے مہاراجے اس شرط کو لازمی قرار دیتے تھے۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ سری کرشن جی نے کسی وجہ سے اپنی اس بیوی سے ناراض ہو کر اسے علیحدہ ہو جانے کے لئے کہا۔ اور چونکہ اس نے غربت اور افلاس کی وجہ سے کبیدگی ظاہر کی ہو گی۔ اس لئے اسے کسی اور راجہ مہاراجہ سے شادی کر لینے کے لئے کہا گیا۔ اس سے جہاں یہ ثابت ہوا۔ کہ سری کرشن جی کے نزدیک حالات کی پیچیدگی کی وجہ سے بیوی کو علیحدہ کر دینا جائز تھا۔ وہاں دوسری شادی کی بھی اجازت تھی ؛

جنت البقیع کا انہدام

نجدیوں کے جنت البقیع کو منہدم کر دینے کے متعلق چند دن سے جو خبر اخبارات میں شائع ہو رہی تھی۔ اس کی تصدیق شوکت علی صاحب نے مکہ معظمہ سے بذریعہ تار کر دی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

"ہمیں جدہ میں یہ دردناک خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا۔ کہ جنت البقیع اور سیدنا حمزہ کے مزارات زمین کے برابر کر دیئے گئے۔ مکہ میں آکر اس خبر کی تصدیق ہو گئی"

سمجھ میں نہیں آتا۔ جب پہلے واقعات انہدام کے متعلق نجدیوں کی طرف سے یہ کہا گیا تھا۔ کہ جاہل بدویوں نے دوران جنگ میں ان کا ارتکاب کیا ہے۔ تو اب جبکہ امن قائم ہو چکا ہے کیوں ایسے آثار کو جبراً مٹایا جا رہا ہے۔ جن کے ساتھ بیشمار مسلمانوں کے مذہبی جذبات وابستہ ہیں۔ چونکہ اس طرح سلطان ابن سعود مسلمانوں کے بہت بڑے حصہ کے اخلاص اور ہمدردی سے محروم ہو جائیں گے۔ اور اس قسم کے امور کے متعلق ان پر کوئی شرعی پابندی بھی عائد نہیں ہوتی۔ اس لئے ہم یہی مشورہ دیں گے۔ کہ وہ ایسے افعال کو قطعاً روک دیں تاکہ مسلمانوں میں خواہ مخواہ کی کشمکش نہ پیدا ہو۔ اور انہیں بھی اپنا تسلط جمانے اور ضروری اصلاحات کرنے میں آسانی و سہولت ہو ؛

مسلمان اسبارہ میں گورنمنٹ ہند سے درخواست کر رہے ہیں کہ وہ دخل دیکر سلطان ابن سعود کو ایسی باتوں سے روک دے۔ گورنمنٹ روکے یا نہ روکے۔ مگر اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ کابل کے ظالمانہ فعل کے متعلق جمعیۃ الاقوام کو توجہ دلانے پر ہمارے خلاف جو شور برپا کیا گیا۔ وہ بالکل لغو اور بیہودہ تھا۔ اب مقامات مقدسہ میں مداخلت کرنے کے لئے عیسائی حکومت سے درخواست کی جا رہی ہے ؛

تقسیم انعامات احمدیہ ٹورنامنٹ میں
حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

احمدیہ ٹورنامنٹ کے جلسہ تقسیم انعامات کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل تقریر فرمائی:-

درحقیقت جب تک

طاقتوں کا صحیح مقابلہ

نہ ہو۔ اس وقت تک انسان کو اس امر کا پتہ نہیں لگتا۔ کہ اس کی طاقت یا بنی نوع انسان کی قوت انسان کو ترقی کی کس حد تک لے جا سکتی ہے۔ انسان دوسروں کے کاموں کو دیکھکر ہی اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ میرے اندر کس حد تک ترقی کرنے کی طاقت ہے۔ ورنہ بسا اوقات وہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ جس حد تک میں کامل ہوں۔ اس سے بڑھ کر کمال نہیں حاصل ہو سکتا۔ اس وجہ سے وہ اپنی طاقتوں سے کماحقہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ دنیا میں الفاظ کسی لغت والے بولتے اور لکھتے ہیں۔ انسان کو وہی معلوم نہیں ہوتے۔ بلکہ مادری طور پر اور بھی بہت سے الفاظ آتے ہیں۔ مگر جب علم ادب کے ماہروں کی کتب پڑھتا ہے۔ تب معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہی الفاظ جو وہ جانتا ہوتا ہے۔ ان کو کس موقع اور محل پر کس طرح استعمال کرنا چاہیئے۔ اسی طرح وہ اپنی

زبان میں ترقی

کرتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا۔ کہ غیر زبان والے ہی دوسری زبان سیکھتے ہیں یعنی یہ نہیں کہ انگریزی زبان ہندوستانی ہی پڑھتے ہیں بلکہ خود انگلستان کے لوگ بھی انگریزی پڑھتے اور سیکھتے ہیں۔ اسی طرح فرانسیسی اپنی زبان پڑھتے ہیں۔ اور دیگر ممالک کے لوگوں کا بھی یہی حال ہے۔ صرف ایک بدقسمت زبان اردو ہے جس کے متعلق ہندوستانی سمجھتے ہیں۔ کہ اس کے سیکھنے کی ضرورت نہیں یہ ہم یونہی سیکھ سکتے ہیں۔ مگر دوسری زبانوں کے متعلق ایسا نہیں کیا جاتا۔ وہ لوگ علمی طور پر اپنی زبانوں کو سیکھتے اور ان میں ترقی کرتے ہیں۔ انگریز شیکسپیئر۔ سکاٹ۔ ملٹن اور دوسروں کی کتب اس لئے نہیں پڑھتے۔ کہ ان میں جو الفاظ درج ہوتے ہیں۔ وہ انہیں معلوم نہیں ہوتے۔ اور وہ الفاظ نہیں جانتے۔ بلکہ اس لئے پڑھتے ہیں۔ کہ ان ماہرین نے الفاظ کو ترتیب۔ جس انداز اور جس طریق سے استعمال کر کے جذبات میں جوش اور ہیجان پیدا کیا ہوتا ہے۔ وہ نہیں جانتے۔ اور جب وہ ان کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ تو انہیں اپنی زبان سے مقابلہ کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں زبان کے متعلق ابھی کیا کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے۔ پس مقابلہ سے ہی انسان کو معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی قوتوں کو صحیح طور پر استعمال کر کے کہاں تک ترقی کر سکتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے۔ کہ میرے جیسی طاقت اور قوت والا انسان بہت سے فنون سیکھ سکتا ہے۔ تو وہ بھی سمجھتا ہے۔ کہ میں بھی ترقی کر سکتا ہوں۔ پس مقابلہ انسانی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے۔

دوسری چیز انسانی ترقی کے لئے

ضروری تعاون

ہے۔ یہ بالکل علیحدہ بات ہے۔ کہ انسان دوسروں کو گرا کر خود کسی مقام پر پہنچ جائے۔ اور یہ بالکل علیحدہ ہے کہ دوسروں سے تعاون کرتے ہوئے اپنے آپ کو آگے بڑھا کر لیجائے دو آدمی جن میں کام کرنے کی اعلےٰ طاقت ہو۔ اگر علیحدہ علیحدہ کام کریں۔ تو کبھی اس مقام پر نہیں پہنچ سکینگے۔ جہاں دونو ملکر کام کرنے سے پہنچ سکتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح افتراق اور انشقاق سے کام کرنیوالے کمزور اور بے طاقت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح تعاون سے مضبوط اور باطاقت ہو جاتے ہیں۔

ایک بادشاہ کی موٹی مثال

سکول کے کورس میں پڑھائی جاتی تھی۔ جس نے اپنے بیٹوں کو جمع کر کے ایک جھاڑو ان کے سامنے رکھا۔ اور ہر ایک سے کہا۔ کہ اس کو توڑ دو۔ انہوں نے باری باری توڑنے کی کوشش کی۔ مگر توڑ نہ سکے۔ پھر اس نے جھاڑو کے تنکے تنکے کر کے کہا اب توڑ دو۔ انہیں انہوں نے آسانی سے توڑ لیا۔ اس پر اس نے کہا۔ دیکھو جب تک یہ تنکے ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے۔ تم انہیں نہ توڑ سکے۔ لیکن جب یہ پراگندہ ہو گئے تو تم نے فوراً توڑ لیا۔ اسی طرح اگر تم ملکر رہو گے۔ تو کوئی تمہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ لیکن اگر علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ گے تو دشمن تمہیں تباہ کر دیں گے۔

بات یہ ہے۔ کہ علیحدہ علیحدہ قوت جب مل جاتی ہے۔ تو

ایک نئی طاقت

پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس سے جتنی ترقی ہو سکتی ہے۔ اتنی علیحدہ علیحدہ طاقت صرف کرنے سے نہیں ہو سکتی۔ تمام تمدنی ترقی تعاون سے ہوتی ہے۔ دیکھو آج کل انگلستان میں

مزدوروں نے سٹرائک کی

ہوئی ہے۔ چونکہ انہوں نے ایک انتظام کے ساتھ سٹرائک کی ہے۔ اس لئے سارا ملک خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ اور بادشاہ سے لیکر چھوٹے حاکم تک گھبرا رہے ہیں۔ کہ ملک میں فساد اور خونریزی نہ پھیل جائے۔ اب اگر مزدور آپس میں تعاون نہ کرتے۔ تو کبھی اس طرح سارے ملک کو نہ ہلا سکتے۔ اور ساری دنیا میں تہلکہ نہ مچا سکتے۔ اسی طرح اگر ان کے مقابلہ میں گورنمنٹ تعاون سے کام نہ لیتی۔ ملک کے لوگ گورنمنٹ کے ساتھ نہ مل جاتے۔ تو وہ انگلستان دو تین دن کے اندر اندر پراگندہ حال ہو جاتا۔ جس کو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت تباہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ مزدوروں نے تو آپس میں اس طرح تعاون کیا۔ کہ ریل چلانے والوں نے ریل چلانی چھوڑ دی۔ کوئلہ نکالنے والوں نے کوئلہ نکالنا بند کر دیا۔ یہاں کوئلہ کی اتنی قدر نہیں سمجھی جاتی۔ جتنی انگلستان میں ہے۔ کیونکہ ہمارا ملک گرم ہے۔ مگر وہاں سردی ہوتی ہے۔ اس لئے کوئلہ

ضروریات زندگی

میں سے ایک بہت ضروری چیز ہے۔ پھر کارخانے کوئلہ کے ذریعہ چلتے ہیں۔ غرض کوئلہ نکالنے والوں نے کوئلہ نکالنا چھوڑ دیا۔ ریل چلانے والوں نے ریل چلانے سے انکار کر دیا۔ ٹریم بند ہو گئی۔ پریس والوں نے اخبار چھاپنے بند کر دیئے۔ ہوٹلوں کے ملازموں نے ہوٹلوں میں کام کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ایسی حالت ہو گئی۔ کہ وہ یورپ جو اس بات کا عادی ہو گیا ہے۔ کہ تمام کام ایک انتظام کے ماتحت آپ ہی آپ ہوں۔ اس پر آج یکدم وہ زمانہ آ گیا۔ جبکہ انگلستان کے لوگ جنگلوں میں

وحشیانہ زندگی

بسر کرتے تھے۔ اور ہر شخص اپنی ضرورت آپ پوری کرتا تھا۔ اگر عام لوگ گورنمنٹ کے ساتھ تعاون نہ کرتے۔ تو انگلستان تین دن کے اندر اندر تباہ و برباد ہو جاتا۔ نہ کوئی کہیں جا سکتا نہ آ سکتا۔ نہ روشنی ہوتی۔ نہ کھانے پینے کا کوئی سامان ہوتا۔ لوگ بھوکوں مر جاتے۔ مگر یہ تعاون کا ہی نتیجہ ہے۔ کہ ۲۵ لاکھ مزدوروں کے کام چھوڑ دینے پر بھی گورنمنٹ نے ملک کی حفاظت کر لی ہے۔

پس دنیا میں

ہر قوم کی ترقی

کے لئے صحیح مقابلہ اور صحیح تعاون کی ضرورت ہے۔ اور یہ دونوں باتیں ٹورنامنٹ کے ذریعہ بچوں میں پیدا کی جا سکتی ہیں جو اگرچہ آج کے بچے ہیں۔ لیکن

کل کے باپ

ہونگے۔ آج ہم جو سبق ان بچوں کو دینگے۔ کل وہ قومی طور پر مفید ثابت ہوگا۔ اسی لئے میں نے ٹورنامنٹ جاری کیا ہے۔ لیکن اگر اس سے صحیح طور پر کام نہ لیا گیا۔ تو یہی مقابلہ شقاق پیدا کر کے جماعت کو تباہ کر سکتا ہے۔ اس لئے میں اس موقعہ

پر جہاں اس بات پر خوشی کا اظہار کرتا ہوں۔ کہ جماعت کے چھوٹے بڑوں نے اس نتیجہ کو پیدا کرنے کی کوشش کی جو ٹورنامنٹ کے ذریعہ پیدا کرنا میرے مدنظر ہے۔ وہاں

ٹورنامنٹ کی منتظم کمیٹی

کو ہوشیار بھی کرتا ہوں۔ کہ وہ بہت احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ اس بات کی نگرانی کرے۔ کہ ناجائز مقابلہ اور غلط تعاون کی روح نہ پیدا ہو۔ ورنہ سخت نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے +

مجھے اس دفعہ ٹورنامنٹ کی کھیلیں دیکھنے کے لئے آنے کا موقعہ نہیں ملا۔ مگر ایک بات مجھے ایسی معلوم ہوئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ

بعض ناقص پہلو

بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ اور ضد اور تعصب کی طرف طبائع کا رحجان ہو رہا ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ وہ ایسا معاملہ نہیں جس سے معلمین کے کان آشنا نہ ہوئے ہوں۔ مگر انہوں نے اسے روکا نہیں۔ اور وہ یہ کہ مدرسہ احمدیہ کے لڑکے کوئی کھیل جیت کر ایسے طور پر نعرے لگاتے ہوئے گئے کہ گویا کسی اشد ترین دشمن پر فتح پاکر آئے ہیں۔ ان کے شور سے تمام قادیان کی دیواریں گونج رہی تھیں۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا دجال کا سر کچل کر آئے ہیں۔ دیکھو

یورپ کے لوگ

جو مذہب کے سکھائے ہوئے اخلاق نہیں رکھتے۔ ان میں بھی یہ قاعدہ ہے۔ کہ کسی مقابلہ میں جو پارٹی ہارتی ہے۔ اس کی طرف جیتنے والے بڑھتے اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔ ہارنے والے ان کو کامیابی پر مبارکباد کہتے ہیں۔ اور جیتنے والے بھی انہیں مبارکباد کہتے ہیں۔ کہ تم بھی تو اس مقابلہ میں شامل تھے۔ اس طرح کھیل کی روح قائم رہتی ہے۔ اور ضد۔ عداوت اور دشمنی تک نوبت نہیں پہنچتی۔ مگر یہاں بالکل الٹ کیا گیا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ جب ان لڑکوں نے کہا۔ کہ مصافحہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو میں نے کہلا بھیجا۔ کہ یوں تو جو چاہے مسجد میں مصافحہ کر سکتا ہے۔ مگر وہ کونسی دینی فتح کر کے آئے ہیں۔ کہ خاص مصافحہ کے مستحق ہیں +

دیکھو

مدرسہ احمدیہ

ہم نے اس لئے بنایا ہے۔ اور اس لئے اس کے اخراجات برداشت کر رہے ہیں۔ کہ اس میں پڑھنے والے دنیا کی اصلاح کر سکیں۔ مگر جو انہیں باتوں میں ہی شقاق کا باعث ہوتے ہیں۔ ان سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ کہ دنیا کا شقاق دور کر سکیں گے۔ اسی طرح وہ مدرس جو لڑکوں کو ایسی حرکت سے نہ روک سکیں۔ دنیا کو کس طرح برائیوں سے روک سکیں گے۔ اور کس طرح امید کی جا سکتی ہے۔ کہ دنیا فتنہ و فساد سے چور ہو کر اور شقاق اور افتراق سے تھکی ہوئی ان کی طرف ہاتھ بڑھائے گی۔ کہ وہ اس کا شقاق دور کریں۔ اگر وہ لڑکوں کی اصلاح نہیں کر سکتے۔ سنو اور غور سے سنو۔ تم آپس میں فٹ بال کھیلتے رہو۔ مدرسہ احمدیہ ہائی سکول کو شکست دیتا رہے جیتنے والے نعرے بلند کرتے رہیں۔ اس سے دنیا کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور دنیا اسی طرح ضلالت اور گمراہی میں پڑی رہیگی جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل پڑی تھی +

تمہاری زندگی کا مقصد

اور مدعا تو صرف یہ ہے۔ کہ تم کوشش کرو۔ کہ وہ غرض پوری ہو۔ جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے۔ اور یہ غرض تمہارے اکٹھے اور ملکر کام کرنے کے بغیر کبھی پوری نہ ہو گی۔ تم میں مقابلہ کی روح ہونی چاہیئے۔ تمہیں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ دوران مقابلہ میں چھیڑ دو۔ لیکن جب جیت گئے۔ تو پھر کام ختم ہو گیا۔

آپس میں بھائی بھائی

کی طرح مل جاؤ۔ اور کوئی ایسی حرکت نہ کرو۔ جس سے کسی کی دلشکنی اور دل آزاری ہو۔ ٹورنامنٹ کی ایک غرض تعاون کی روح پیدا کرنا ہے۔ اگر یہ پیدا نہیں ہوتی تو ٹورنامنٹ کا کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ نقصان ہے۔ اس لئے میں اساتذہ سے بھی کہتا ہوں۔ کہ اپنی ذمہ واریاں سمجھو۔ اور یہ سمجھو۔ کہ کیا چیز ان کے سپرد کی گئی ہے۔ ان کے سپرد

جماعت کے بچے

کئے گئے ہیں۔ جنہوں نے اگلے زمانہ میں ہماری جگہ کام کرنا ہے۔ اگر ان میں شقاق کی روح رہی۔ اور محبت کی روح نہ پیدا ہوئی۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ وہ کام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا۔ وہ برباد ہو جائے گا۔ ہمارے کام کوئی کھیل تماشا نہیں۔ ہمارے ہر ایک چھوٹے سے چھوٹے کام کے آئندہ نتائج نکلیں گے۔ اس لئے ہمارے ہر کام میں یہ بات مدنظر رہنی چاہیئے کہ محبت و پیار۔ قربانی و ایثار کی روح پیدا ہو۔ اگر اساتذہ بچوں میں یہ بات پیدا کر دیں گے۔ تو

اللہ تعالےٰ کی برکتوں کے وارث

ہونگے۔ اور اگر اس میں کوتاہی کرینگے۔ تو ان کی نیکی اور تقویٰ اس جہان میں بھی ان کے کام نہ آئے گا۔ اور اگلے جہان میں بھی کچھ فائدہ نہ دیگا۔ دیکھو ساری دنیا کو دشمن بنا کر ہمیں کیا ملا۔ خدا تعالےٰ کی رضا ہی ہے۔ جس کیلئے ساری دنیا کی ہم نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ لیکن اگر وہ بھی حاصل نہ ہوئی۔ تو ہم جیسا بدقسمت کون ہو سکتا ہے۔

پس دونوں سکولوں کے اساتذہ کو اور دوسرے لوگوں کو بھی جو ٹورنامنٹ میں حصہ لیتے ہیں۔ اور لڑکوں کے والدین کو میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ بچوں میں تعاون، محبت اور ایثار کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کریں +

میرے نزدیک

اس قسم کا قانون

پاس کر دینا چاہیئے۔ کہ جب کوئی پارٹی کسی مقابلہ میں جیتے۔ تو ایک دو منٹ تک خوشی کا نعرہ لگا سکتی ہے۔ لیکن جس کو جیتے اس کے لئے بھی نعرہ لگائے۔ کیونکہ اس نے بھی کام کیا ہے۔ اور پھر آپس میں اس طرح ملیں۔ کہ محبت و الفت کا نظارہ نظر آئے +

اس موقعہ پر میں ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔ کہ

اداب

ایسی چیز ہیں۔ کہ کوئی قوم جو یہ نہیں سیکھتی۔ ترقی نہیں کر سکتی۔ مگر ہمارے سکولوں میں اس کی بہت کم پرواہ کی جاتی ہے۔ یہاں ہی ہمارے اپنے گھر کے لڑکے جو مدرسہ احمدیہ میں پڑھتے ہیں۔ اوروں سے تو الگ رہا۔ مجھ سے مصافحہ کرتے وقت بھی دونوں ہاتھ نہیں ملاتے۔ اس قسم کے اداب سکھانا اساتذہ کا کام ہے۔ پھر میں نے دیکھا ہے۔ یہاں لڑکے بیٹھے رہتے ہیں۔ اگر [illegible] بڑی عمر کا آدمی آجائے۔ تو اٹھ کھڑے نہیں ہوتے۔ اور اپنی جگہ ان کو بیٹھنے کے لئے پیش نہیں کر دیتے کوئی تیسرا آدمی ان کو کھڑا کر دے تو کھڑے ہو [illegible] مگر خود ان میں یہ احساس نہیں ہے۔ حالانکہ ہمارے بچوں کے لئے یہ چاہیئے۔ کہ ایک آدمی آئے۔ تو اسے جگہ دینے کے لئے دس [illegible] کھڑے ہوں۔ [illegible] قسم کے اخلاق کی [illegible] مشق کرانے کی ضرورت ہے۔ ابھی جب ہم لاہور گئے۔ تو میاں شریف احمد صاحب جو ناظر تعلیم و تربیت ہیں۔ وہ بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے لاہور کے ایک مدرسہ کو دیکھا۔ جس کا انتظام نہایت اعلےٰ درجہ کا پایا۔ مگر میں نے یہاں دیکھا۔ بڑے آدمیوں کے آنے پر لڑکے بیٹھے رہے۔ پھر کسی دوسرے نے کھڑا کیا۔ تو کھڑے ہوئے۔ اس قسم کی باتیں بچوں کو سکھانی ضروری ہیں۔

ان نصائح کے بعد میں دعا پر اس جلسہ کو ختم کرتا ہوں۔ خدا کرے کہ یہ مفید ہوں۔ اور ان سے فائدہ اٹھایا جائے +

سیرت المہدی اور غیر مبایعین

(نمبر ۶)

(حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کے قلم سے)

ساتواں اور آخری اصولی اعتراض جو ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ سیرۃ المہدی کی بہت سی روایات درایت کے اصول کے لحاظ سے غلط ثابت ہوتی ہیں۔ اور جو بات درایتہً غلط ہو۔ وہ خواہ روایت کی رو سے کیسی ہی مضبوط نظر آئے اسے تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ سیرت المہدی میں بعض ایسی روایتیں آگئی ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی تحریرات کے صریح خلاف ہیں۔ بلکہ بعض حالتوں میں آپ کے مزیل شان بھی ہیں۔ اور ایسی حالت میں کوئی شخص جو آپ کو راستباز یقین کرتا ہو۔ ان روایات کو قبول نہیں کر سکتا۔ راوی کے بیان کو غلط قرار دیا جا سکتا ہے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ پر حرف آنے کو ہمارا ایمان۔ ہمارا مشاہدہ۔ ہمارا ضمیر قطعاً قبول نہیں کر سکتا۔ خلاصہ کلام یہ کہ ایسی روایتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق عمل اور آپؑ کی تحریرات کے صریح خلاف ہوں۔ قابل قبول نہیں ہیں۔ مگر سیرت المہدی میں اس قسم کی روایات کی بھی کوئی کمی نہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس اعتراض کے جواب میں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں اصولاً اس بات سے متفق ہوں۔ کہ جو روایات واقعی اور حقیقتاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق عمل اور آپ کی تعلیم اور آپ کی تحریرات کے خلاف ہیں۔ وہ کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔ اور ان کے متعلق بہرحال یہ قرار دینا ہوگا۔ کہ اگر راوی صادق القول ہے تو یا تو اس کے حافظہ نے غلطی کھائی ہے۔ اور یا وہ بات کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکا۔ اس لئے روایت کرنے میں ٹھوکر کھا گیا ہے۔ اور یا کوئی اور اس قسم کی غلطی واقع ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے حقیقت امر پر پردہ پڑ گیا ہے۔ واقعی زبانی روایات سے سوائے اسکے کہ وہ تواتر کی حد کو پہنچ جائیں۔ صرف علم غالب حاصل ہوتا ہے۔ اور یقین کامل اور قطعیت تامہ کا مرتبہ ان کو کسی صورت میں نہیں دیا جا سکتا۔ پس لا محالہ اگر کوئی زبانی روایت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ثابت شدہ طریق عمل اور آپ کی مسلم تعلیم اور آپ کی غیر مشکوک تحریرات کے خلاف ہے۔ تو کوئی عقلمند اسے قبول کرنے کا خیال دل میں نہیں لا سکتا۔ اور اس حد تک میرا ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اتفاق ہے۔ لیکن باایں ہمہ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ عملاً یہ معاملہ ایسا آسان نہیں ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے سمجھ رکھا ہے۔ درایت کا معاملہ ایک نہایت نازک اور پیچیدہ معاملہ ہے۔ اور اس میں جرأت کے ساتھ قدم رکھنا سخت ضرر رساں نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ دراصل جہاں بھی استدلال واستنباط قیاس واستخراج کا سوال آتا ہے۔ وہاں خطرناک احتمالات و اختلافات کا دروازہ بھی ساتھ ہی کھل جاتا ہے ایک مشہور مقولہ ہے کہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ اور دنیا کے تجربہ نے اس مقولہ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ جہاں تک مشاہدہ اور واقعہ کا تعلق ہے۔ وہاں تک تو سب متفق رہتے ہیں۔ اور کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا۔ والشاذ کالمعدوم۔ لیکن جونہی کہ کسی مشاہدہ یا واقعہ سے استدلال واستنباط کرنے اور اس کا ایک مفہوم قرار دیکر اس سے استخراج نتائج کرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ پھر ہر شخص اپنے اپنے رستہ پر چل نکلتا ہے۔ اور حق و باطل میں تمیز کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے پس یہ بات منہ سے کہہ دینا تو بہت آسان ہے۔ کہ جو روایت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق عمل کے خلاف ہو۔ اسے رد کر دو۔ یا جو بات تمہیں حضرت کی تحریرات کے خلاف نظر آئے اُسے قبول نہ کرو۔ اور کوئی عقلمند اصولاً اس کا منکر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر ذرا غور سے کام لیکر اس کے عملی پہلو پر نگاہ کی جائے۔ تب پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ جرح و تعدیل کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اور ہر شخص اسکی اہلیت نہیں رکھتا کہ روایات کو اس طرح اپنے استدلال واستنباط کے سامنے کاٹ کاٹ کر گراتا چلا جائے۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق عمل کے خلاف کوئی روایت قابل شنوائی نہیں ہو سکتی۔ مگر طریق عمل کا فیصلہ کرنا کار دارد۔ اور میں اس شیر دل انسان کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ جو یہ دعویٰ کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق عمل قرار دینے میں اسکی رائے غلطی کے امکان سے بالا ہے۔ اسی طرح بے شک جو روایت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے خلاف ہو۔ اسے کوئی احمدی قبول نہیں کر سکتا۔ مگر تحریرات کا مفہوم معین کرنا بعض حالتوں میں اپنے اندر ایسی مشکلات رکھتا ہے۔ جن کا حل نہایت دشوار ہو جاتا ہے اور مجھے ایسے شخص کی جرأت پر حیرت ہو گی۔ جو یہ دعویٰ کرے کہ حضرت کی تحریرات کا مفہوم معین کرنے میں اس کا فیصلہ ہر صورت میں یقینی اور قطعی ہوتا ہے پس جب درایت کا پہلو اپنے ساتھ غلطی کے احتمالات رکھتا ہے۔ تو اس پر ایسا اندھا دھند اعتماد کرنا کہ جو بھی روایت اپنی درایت کے خلاف نظر آئے اسے غلط قرار دیکر رد کر دیا جائے۔ ایک عامیانہ فعل ہوگا۔ جو کسی صورت میں بھی سلامت روی اور حق پسندی پر مبنی نہیں سمجھا جا سکتا۔ مثال کے طور پر میں ڈاکٹر صاحب کے سامنے مسئلہ نبوت پیش کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات ہر دو فریق کے سامنے ہیں۔ لیکن مبایعین کی جماعت ان تحریرات سے یہ نتیجہ نکالتی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور غیر مبایعین یہ استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور فریقین کے استدلال کی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات پر ہے۔ اب اگر درایت کے پہلو کو آنکھیں بند کر کے ایسا مرتبہ دیدیا جائے کہ جس کے سامنے روایت کسی صورت میں بھی قابل قبول نہ ہو۔ تو اس کا نتیجہ سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ جو روایت غیر مبایعین کو ایسی ملے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت ثابت ہوتی ہو۔ تو وہ اسے رد کر دیں۔ کیونکہ وہ بقول ان کے آپ کی تحریرات کے خلاف ہے۔ اور اگر کوئی روایت مبایعین کے سامنے ایسی آئے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت کا دعویٰ نہیں تھا تو وہ اسے قبول نہ کریں۔ کیونکہ بقول ان کے یہ روایت حضرت صاحب کی تحریرات کے خلاف ہے۔ اسی طرح مبایعین کا یہ دعویٰ ہے کہ غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق عمل کے خلاف تھا۔ اور غیر مبایعین یہ کہتے ہیں۔ کہ جو غیر احمدی مخالف نہیں ہیں۔ ان کا جنازہ پڑھ لینا حضرت مسیح موعودؑ کے طریق عمل کے خلاف نہیں۔ اب اس حالت میں ڈاکٹر صاحب کے پیش کردہ اُصول پر اندھا دھند عمل کرنے کا نتیجہ سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ اگر کسی مبایع کو کوئی ایسی روایت پہنچے۔ کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض حالتوں میں غیروں کا جنازہ پڑھ لیتے تھے۔ یا پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ تو وہ اسے رد کر دے۔ کیونکہ بقول اس کے یہ بات حضرت کے طریق عمل کے خلاف ہے۔ اور جب کوئی روایت کسی غیر مبایع کو ایسی ملے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام غیروں کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے یا پڑھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ تو خواہ یہ روایت اصول روایت کے لحاظ سے کیسی ہی پختہ اور مضبوط ہو۔ وہ اسے ردی کی ٹوکری میں ڈالدے کیونکہ بقول اس کے یہ روایت حضرت صاحب کے طریق عمل کے خلاف ہے۔ ناظرین خود غور فرمائیں۔ کہ اس قسم کی کارروائی کا سوائے اس کے اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ کہ علم کی ترقی کا دروازہ بند ہو جائے۔ اور ہر شخص اپنے دماغ کی چار دیواری میں ایسی طرح محصور ہو کر بیٹھ جائے کہ باہر کی ہوا اسے کسی طرح بھی نہ پہنچ سکے۔ اور اس کا معیار صداقت صرف یہ ہو کہ جو خیالات وہ اپنے دل میں قائم کر چکا ہے۔ ان کے خلاف ہر اک بات خواہ وہ کیسی ہی

اور قابل اعتماد ذرائع سے پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہو۔ ردّ کئے جانے کے قابل ہے۔ کیونکہ وہ اس کی درایت کے خلاف ہے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب مجھو آپکے بیان سے اصولی طور پر اتفاق ہے مگر میں افسوس کرتا ہوں کہ آپ نے اس مسئلہ کے عملی پہلو پر کما حقہ غور نہیں فرمایا۔ ورنہ آپ درایت کے ایسے دلدادہ نہ ہو جاتے۔ کہ اسکے مقابلہ میں ہر قسم کی روایت کو ردّ کئے جانے کے قابل قرار دیں۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر آپ ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو۔ کہ اصل چیز جس پر بنیاد رکھی جانی چاہیئے وہ روایت ہی ہے۔ اور علم تاریخ کا سارا دارومدار اسی اصل پر قائم ہے۔ اور درایت کے اصول صرف بطور زوائد کے روایت کو مضبوط کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ اور آج کسی مستند اسلامی مورخ نے ان پر ایسا اعتماد نہیں کیا۔ کہ انکی وجہ سے صحیح اور ثابت شدہ روایات کو ترک کر دیا ہو۔ متقدمین کی تصنیفات تو قریباً قریباً کلیتہً صرف اصول روایت پر ہی مبنی ہیں۔ اور درایت کے اصول کی طرف انہوں نے بہت کم توجہ کی ہے۔ البتہ بعد کے مورخین میں سے بعض نے درایت پر زور دیا ہے۔ لیکن انہوں نے بھی اصل بنیاد روایت پر ہی رکھی ہے اور درایت کو ایک ضمناً سب تک پرکھنے اور جانچ پڑتال کرنے کا آلہ قرار دیا ہے۔ اور یہی سلامت روی کی راہ ہے۔ دراصل اگر ایک بات کسی ایسے آدمی کے ذریعہ ہم تک پہنچتی ہے۔ جو صادق القول ہے۔ اور جس کے حافظہ میں بھی کوئی نقص نہیں اور فہم و فراست میں بھی اچھا ہے۔ اور روایت کے دوسرے پہلوؤں کے لحاظ سے بھی وہ قابل اعتراض نہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کی روایت کو صرف اس بناء پر ردّ کر دیں کہ وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ یا یہ کہ ہمارے خیال میں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طریق عمل یا تحریروں کے مخالف ہے۔ کیونکہ اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ ہم واقعات کو اپنے محدود استدلال بلکہ بعض حالتوں میں خود غرضانہ استدلال کے ماتحت لانا چاہتے ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ جو بات عملاً وقوع میں آ گئی ہے یعنی اصول روایت کی رو سے اسکے متعلق یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ وہ واقع ہو چکی۔ تو پھر خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ یا ہمارے کسی استدلال کے موافق ہو یا مخالف ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے قبول کریں۔ سوائے اسکے کہ وہ کسی ایسی نص صریح کے مخالف ہو جس کے مفہوم کے متعلق اُمت میں اجماع ہو چکا ہو۔ مثلاً یہ بات کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ ہر احمدی کہلانیوالے کے نزدیک مسلّم ہے۔ اور کوئی احمدی خواہ وہ کسی جماعت یا گروہ سے تعلق رکھتا ہو اس کا منکر نہیں۔ پس ایسی صورت میں اگر کوئی ایسی روایت ہم تک پہنچے جس میں یہ مذکور ہو۔ کہ آپ نے کبھی بھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تو خواہ بظاہر وہ روایت کیسی ہی مضبوط نظر آئے۔ ہم اُسے قبول نہیں کرینگے۔ اور یہ سمجھ لینگے۔ کہ راوی کو (اگر وہ سچا بھی ہے) کوئی ایسی غلطی لگ گئی ہے جس کا پتہ لگانا ہمارے لئے مشکل ہے۔ کیونکہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی صریح تحریرات (یعنی ایسی تحریرات جن کے مفہوم کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے) کے مخالف ہے۔ لیکن اگر کوئی روایت ہمیں مسئلہ نبوت یا کفر و اسلام یا خلافت یا جنازہ غیر احمدیاں وغیرہ کے متعلق ملے۔ اور وہ اصول روایت کے لحاظ سے قابل اعتراض نہ ہو تو خواہ وہ ہمارے عقیدہ کے کیسی ہی مخالف ہو ہمارا فرض ہے کہ اسے دیانتداری کے ساتھ درج کریں۔ اور اس سے استدلال و استنباط کرنے کے سوال کو ناظرین پر چھوڑ دیں تاکہ ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ اور علمی تحقیق کا دروازہ بند نہ ہونے پائے اور اگر ہم اس روایت کو اپنے خیال اور اپنی درایت کے مخالف ہونے کی وجہ سے ترک کر دینگے تو ہمارا یہ فعل کبھی بھی دیانتداری پر مبنی نہیں سمجھا جا سکتا۔

پھر مجھے یہ بھی تعجب ہے کہ ڈاکٹر صاحب ایک طرف تو مجھ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ میری کتاب صرف "محمودی" خیال کے لوگوں کے مطلب کی ہے اور لاہوری محققین کے مطالعہ کے قابل نہیں۔ اور دوسری طرف یہ اعتراض ہے۔ کہ کتاب درایت کے پہلو سے خالی ہے۔ حالانکہ ڈاکٹر صاحب کو اپنے اصول کے مطابق میرے خلاف اس اعتراض کا حق نہیں تھا کیونکہ اگر میں نے بفرض محال صرف ان روایات کو لیا ہے جو ہمارے عقیدہ کی مؤید ہیں۔ تو میں نے کوئی بُرا کام نہیں۔ بلکہ بقول ڈاکٹر صاحب عین اصول درایت کے مطابق کیا ہے۔ کیونکہ جو باتیں میرے نزدیک حضرت کے طریق عمل اور تحریروں کے خلاف تھیں۔ انکو میں نے ردّ کر دیا ہے۔ اور صرف انہیں کو لیا ہے جو میرے خیال میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طریق عمل اور آپکی تحریرات کے مطابق تھیں۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا تھا کہ میں ان کے خلاف کسی روایت کو قبول کروں۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب کے اپنے الفاظ میں "وہ صریح حضرت مسیح موعود کی تحریروں اور طرز عمل کے خلاف اگر ایک روایت ہو تو حضرت مسیح موعود کو راست باز ماننے والا تو قطعاً اسکو قبول نہیں کر سکتا۔ ...... ہم راوی پر حرف آنے کو قبول کر سکتے ہیں۔ مگر مسیح موعودؑ پر حرف آنے کو ہمارا ایمان ہماری ضمیر، ہمارا اشارہ، ہمارا تجربہ قطعاً قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا"۔

پس اس اصول کے ماتحت اگر میں نے ان روایتوں کو جو میرے نزدیک حضرت کی تحریرات اور طرز عمل کے صریح خلاف تھیں۔ ردّ کر دیا اور درج نہیں کیا۔ اور اس طرح میری کتاب "محمودی" عقائد کی کتاب بن گئی۔ تو میں نے کچھ بُرا نہ کیا۔ بلکہ بڑا ثواب کمایا اور ڈاکٹر صاحب کے عین دلی منشاء کو پورا کرنے کا باعث بنا۔ اور ایسی حالت میں میرا یہ فعل قابل شکر یہ سمجھا جانا چاہیئے۔ نہ کہ قابل ملامت۔ اور اگر ڈاکٹر صاحب کا یہ منشاء ہے۔ کہ روایت کے اصول کی رُو سے تو میں اپنے فہم کے مطابق پڑتال کیا کروں۔ مگر درایت کے مطابق پرکھنے کے لئے ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم مشرب لوگوں کی فہم و فراست کی عینک لگا کر روایات کا امتحان کیا کروں۔ تو گو ایسا ممکن ہو لیکن ڈر صرف یہ ہے۔ کہ کیا اس طرح میری کتاب "پیغامی" عقائد کی کتاب تو نہ بن جائیگی۔ اور کیا ڈاکٹر صاحب کی ساری تجویز کا یہی مطلب تو نہیں کہ محنت تو کروں میں۔ اور کتاب ان کے مطلب کی تیار ہو جائے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب افسوس! آپ نے اعتراض کرنے میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ بلکہ یہ بھی نہیں سوچا کہ آپکے بعض اعتراضات ایک دوسرے کے مخالف پڑے جاتے ہیں۔ ایک طرف آپ یہ فرماتے ہیں کہ میری کتاب محمودی عقائد کی کتاب ہے۔ اور دوسری طرف میرے خلاف یہ ناراضگی ہے کہ میں نے درایت سے کام نہیں لیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طریق عمل اور تحریرات کے خلاف روایتیں درج کر دی ہیں۔ اب آپ خود فرمائیں کہ اس حالت میں میں کروں تو کیا کروں۔ اپنی درایت سے کام لوں تو میری کتاب محمودی عقائد کی کتاب بنتی ہے۔ اور اگر درایت سے کام نہ لوں تو یہ الزام آتا ہے کہ درایت کا پہلو کمزور ہے۔ ایسی حالت میں میرے لئے آپ کے خوش کرنے کا سوائے اس کے اور کوئی راستہ کھلا ہے کہ میں درایت سے کام تو لوں۔ مگر اپنی درایت سے نہیں بلکہ آپ کی درایت سے۔ اور ہر بات جو آپکے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق عمل اور تحریرات کے خلاف ہو اُسے ردّ کرتا جاؤں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو۔ کہ جب کتاب شائع ہو۔ تو آپ خوش ہو جائیں۔ کہ اب یہ کتاب روایت و درایت ہر دو پہلو سے اچھی ہے۔ کیونکہ اسمیں کوئی بات لاہوری احباب کے عقائد کے خلاف نہیں۔ اگر جرح و تعدیل کا یہی طریق ہے۔ تو خدا ہی حافظ ہے۔

یہ سب کچھ میں نے ڈاکٹر صاحب کے اصول کو مدّ نظر رکھ کر عرض کیا ہے۔ ورنہ حق یہ ہے۔ کہ میں نے جہاں تک میری طاقت تھی۔ روایت و درایت دونو پہلوؤں کو دیانتداری کے ساتھ علیٰ قدر مراتب ملحوظ رکھا اور یہ نہیں دیکھا کہ چونکہ فلاں بات ہمارے عقیدہ کے مطابق ہے۔ اسلئے اسے ضرور لے لیا جائے یا چونکہ فلاں بات لاہوری احباب کے عقیدہ کے مطابق ہے اسلئے اسے ضرور چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ جو بات بھی روایت کے رو سے میں نے قابل قبول پائی ہے۔ اور درایت کے رُو سے اسے حضرت مسیح موعود کی صریح اور اصولی اور غیر اختلافی اور محکم تحریرات کے خلاف نہیں پایا۔ اور آپکے مسلّم اور غیر مشکوک اور واضح اور روشن طریق عمل کے لحاظ سے بھی اسے قابل ردّ نہیں سمجھا۔ اسے میں نے لے لیا ہے۔ مگر با ایں ہمہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ گو شاید احتیاط اسی میں ہو۔ جو میں نے کیا ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی روایات کے جمع کرنے والے کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ صرف اصول روایت تک اپنی نظر کو محدود رکھے۔ اور جو روایت بھی روایت کے اصول کے مطابق قابل قبول ہو اسے درج کرنے اور درایت کے میدان میں زیادہ قدم زن نہ ہو بلکہ اس کام کو ان لوگوں کے لئے چھوڑ دے جو عند الضرورت استدلال و استنباط کے طریق پر انفرادی روایات کو زیر بحث لاتے ہیں۔ ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ شخصی اور انفرادی عقیدہ یا مذاق کے خلاف ہونے کی وجہ سے بہت سی سچی اور مفید روایات چھوٹ جائینگی اور دنیا ایک مفید ذخیرہ علم سے محروم رہ جائیگی۔ یہ میری دیانتداری کی رائے ہے۔ اور میں ابھی تک اپنی اس رائے پر اپنے خیال کے مطابق علیٰ وجہ البصیرت قائم ہوں۔ واللہ اعلم ولا علم لنا الا ما علمتنا۔

اقتباسات

حنفی مذہب کا ایک مسئلہ

طریقہ اسقاط کے جواز و کیفیت و کم خرچ بالا نشینی کا سوال ہوتا ہے۔ یہ اسقاط کوئی اور اسقاط نہیں ہے۔ بلکہ میت سے نماز روزہ کے ساقط کر دینے کا ایک نام ہے۔

کم خرچ بالا نشینی کا ایک طریقہ معاصر الفقیہ میں بتایا گیا ہے۔ اس سے پہلے بھی کبھی بتایا گیا تھا۔ اور ہم اس پر بھی کچھ ریمارک کر چکے ہیں۔ اڈیٹر صاحب الفقیہ کی گالیوں سے ڈرتے ہوئے اس مسئلہ کی مختصر کیفیت پھر عرض ہے سنئے۔

طریقہ یہ ہے۔ کہ ولی میت حسب وصیت یا تبرعاً دینے اپنی میت سے بطور احسان کے) حساب کرکے ہر نماز روزہ کے بدلے بقدر صدقہ فطر اناج یا اس کی قیمت خیرات کرے۔ اور جو اس قدر مال میت نہ ہو۔ یا ولی میت میں اتنی مقدرت نہ ہو کہ میت کے جملہ نماز روزے کا فدیہ دے سکے۔ تو یوں کرے کہ جس قدر اناج یا اس کی قیمت دینے پر قادر ہو۔ اسی قدر میت کی نماز روزوں کے فدیئے میں وہ کسی فقیر کو دیدے۔ پھر وہ فقیر اپنی خوشی سے ولی میت کو وہ اناج یا نقدی بطور ہبہ کے واپس کر دے۔ اور ولی میت اس پر قبضہ کر لینے کے بعد پھر فقیر کو دیدے۔ پھر فقیر ولی میت کو واپس کر دے۔ اسی طرح اتنی بار لوٹ پھیر کی جائے۔ کہ میت کے تمام روزوں کا فدیہ ہو جائے۔ اور اس کے ذمہ سے وہ سب ساقط ہو جائیں۔

سبحان اللہ کیا ہی معقول طریقہ ہے۔ اور کیسی پاکیزہ حیلہ گری ہے۔ اور کیا ہی دلچسپ ہیرا پھیری ہے۔ فقیر کو اس ہیرا پھیری میں کیا ملا۔ وہی جو پہلے ملا تھا۔ اس کے سوا سب وہی ہندوؤں کے پتر بکھ میں پتروں کو پانی دینے کی طرح جہاں سے پانی اٹھایا تھا۔ پھر وہیں ڈال دیا گیا۔ یا پنڈتوں کے سنکلپ کرنے کا ایک رنگ اپنا جلوہ دکھا گیا۔ کہ وہ سنکلپ کرنے والے کو پانچ یا دس روپیہ میں اپنے پاس سے صدہا روپیہ کی قیمت کے شاندار مکان شال دوشالے۔ پلنگ، بستر لباس، برتن اور گئو وغیرہ دیتے اور اسے دریا کے کنارے پہنچا دیتے۔ اور پھر وہ ان صدہا روپیہ کی اشیاء کو اپنے کسی مردے کے نام سے انہیں پنڈے جی کی نذر کر دیتا ہے۔ اور ان کو اس ہیرا پھیری میں صرف وہی دس پانچ روپیہ جن پر معاملہ ٹھیرا تھا ملتے ہیں اور کچھ نہیں۔

وہ سائل یا پنڈت صاحب اس داد و دہش و سنکلپ کرنے سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ ان کی طرف سے ان بار بار دینے والے فیاض زبان و جگر بے بدل کی نسبت یہ شعر پڑھدیا جائے ؎

کہلا رہے ہیں حاتم ثانی جناب شیخ
کیا جانے مے فروش کو حضرت نے کیا دیا

خیر صاحب اس مسئلہ پر الفضل قادیانی نے کچھ خامہ فرسائی کی ہے۔ جسے معاصر الفقیہ روسیاہی سے تعبیر کرتا ہے اور الفضل کو فضلہ قادیان لکھتا ہے۔ اور اپنی مذہبی رسم دشنام بازی کو ادا کرکے اس بحث میں فتح چاہتا ہے۔ اڈیٹر صاحب "الفضل" کو جاہل مطلق طفل مکتب علم سے بے بہرہ اور ابوجہل کہہ کر افترا پردازی جہالت و سفاہت و خباثت و شرارت وغیرہ نامناسب الفاظ سے ان کی خاطر و مدارات کرتا ہے۔"

ہم اڈیٹر صاحب "الفضل" سے اس بارے میں تو ہرگز متفق نہیں ہو سکتے۔ کہ وہ اس طریقہ اسقاط کو آج کل کے مولویوں کا گھڑا ہوا قرار دیتے ہیں۔ بلکہ اڈیٹر صاحب "الفقیہ" نے اپنے ائمہ سلف و خلف کو اس میں شامل کرنا چاہا ہے اور اس بارے میں غالباً جناب موصوف حق بجانب بھی ہوں اس لئے کہ فقہ حنفیہ میں اس قسم کے فتاویٰ ایک متجسس نظر کو بکثرت مل سکتے ہیں۔ لہذا آج کے مولویوں کو اس طریقہ کا ذمہ دار قرار دینا معاصر الفضل کی غلطی ہے۔"

اب رہا معاصر الفقیہ کا اس طریقہ کی ذمہ داری قرآن و حدیث پر عائد کرنا۔ سو اس میں ہمیں بالکل اختلاف ہے۔ اس لئے کہ آپ حشر تک اس قسم کے حیلے قرآن و حدیث سے برآمد نہیں کر سکتے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ آپ جو قطعیات جسے آپ حنفی مذہب کی ترویج و نصرت کا ذریعہ سمجھتے ہیں (یعنی گالیاں دینا) اس خیر پر بھی مبذول فرمائیں۔ تو اس بلاسے نہ آپ کو کوئی روک سکتا ہے نہ کسی کے رد کے جواب رک سکتے ہیں۔"

(اہل الذکر ۱۰ مئی ۱۹۲۶ء)

اخبارات کی مالی حالت

ہندوستان بھر میں اس وقت کوئی ہی خوش نصیب اخبار ہوگا۔ جس کی مالی حالت اچھی ہو۔ اور جو اخراجات اور تفکرات سے آزاد ہو۔ دوسرے اخبارات کو چھوڑ کر ذرا ان کامیاب ترین اخبارات کو دیکھئے۔ جن کے متعلق خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ بہت روپیہ پیدا کر رہے ہوں گے بمبئی کا اخبار "بمبئی کرانیکل" ان اخبارات میں سے ہے جو ہندوستانیوں میں کامیاب ترین اخبارات کہے جا سکتے ہیں اور جن کی اشاعت بہت بڑی ہے۔ مگر اس اخبار کے مالی حالات ملاحظہ ہوں۔ کہ صرف پچھلے ایک سال میں اس اخبار کو ساٹھ ہزار روپیہ خالص گھاٹا پڑا۔ اور یہ اخبار اس وقت تک اڑہائی لاکھ روپیہ کے قریب نقصان اٹھا چکا ہے۔

"بمبئی کرانیکل" تک ہی کیا منحصر ہے۔ ہندوستان میں اس وقت کوئی ہی ایسا اخبار ہوگا۔ جو گھاٹے میں نہ چل رہا ہو۔ اور جس میں مسلسل ماہوار نقصان نہ ہو۔ ان حالات میں اخبارات کے زندہ رہنے کی صرف ایک صورت ہو سکتی ہے۔ کہ پبلک اخبارات کی اشاعت کے متعلق متوجہ ہو۔ اور اخبارات کو اشاعت کے کم ہونے سے بچایا جائے (ریاست دہلی)

علما کی حالت

کیا اب کوئی بھی دنیا میں مسلمان رہا یا سب کافر ہو گئے۔ اور جب یہ بات ہے۔ تو اسلام کا وجود بھی عالم خیال ہو گیا۔ وہ الجھ بیر ان کٹھ ملانوں کا مسجد کے مینڈھوں کے صدقہ کے ٹکڑوں کے صدقہ وغیرہ کی کرتوت ہے۔ جو محض کافر گری کو اپنا ذریعہ معاش قرار دے چکے ہیں۔ ان کی سیاہ قلبی کی وجہ سے اسلام کی پاکیزگی اور کنایات کا مادہ تو انہیں بالکل چھو ہی نہیں۔ درحقیقت بات سمجھنے کا راستہ ان پر مسدود ہے مبتلا بتلایئے کہ انہیں کیا سمجھے جس شخص کی نسبت یا جس فرقہ کے ساتھ ان کی طبیعت بگڑ جاتی ہے اوندھا سیدھا فتویٰ دھر گھسیٹتا ہے۔ یہ بات ایسے لوگ کیا جانیں۔ ان کو تو اپنے حلوے مانڈے سے کام۔

(اہلحدیث ۲۳ اپریل)

بھوپال کی حکمرانی

ریاست بھوپال کی تاریخ میں یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۸۲ سال کے بعد ہز ہائی نس پرنس حمید اللہ خاں پہلے مرد حکمران ہے ہیں جنہوں نے عنان حکومت سنبھالی۔ ہز ہائی نس سلطان جہاں بیگم صاحبہ ہندوستان میں زمانہ حال کی واحد حکمران خاتون ہیں۔ جنہوں نے بڑی بیدار مغزی سے ریاست کے انتظام کو قائم رکھا۔ اگرچہ ہندوؤں کو وہاں کوئی بڑا عہدہ نہیں ملا۔ اور ہندو رعایا کو بھی کئی قسم کی شکایتیں ہیں۔ کیونکہ ریاست میں مسلمان علماء کو بڑا رسوخ حاصل ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی انتظام ریاست میں کوئی بڑی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔ یکے بعد دیگرے تین بیگمات بھوپال حکمران رہی ہیں۔ ۱۸۴۴ء میں سکندر بیگم صاحبہ گدی پر بیٹھیں اور ۱۸۶۸ء میں ان کی دختر شاہجہان بیگم صاحبہ جانشین ہوئیں۔ اور ۱۹۰۱ء سے سلطان جہان بیگم صاحبہ حکمران ہیں۔

ہر سہ بیگمات نے اپنی خوش انتظامی کے لئے خاص شہرت حاصل کی۔ ہز ہائی نس نے ایک سال تک انگلینڈ میں قیام کے بعد اور بھی دلی تمنا میں یہ کامیابی حاصل کی کہ پرنس حمید اللہ خاں ان کے جانشین ہوئے۔ اپنی زندگی میں [illegible] اختیارات حکومت سپرد کر دئے گئے ہیں۔ (ریاست ۲۵ مئی)

ملکی صنعت کی قدر کریں
نوایجاد مشین سویان
ہینڈل
اس نوایجاد کی سب سے پہلے کارخانہ قایم شدہ ۱۹۱۶ء کی تیار کردہ مشین خرید کر فائدہ اٹھائیں۔
ایجنٹوں کو معقول کمیشن
ہمراہ آرڈر ۴ پیشگی آنا ضروری ہے
صرف ایک طرف سے میدہ دیئے جائیں اور ہینڈل پھرائیں
بچہ چلا سکتا ہے
ڈٹ نکالنا نہیں پڑتا۔ پرزے مختصر و مضبوط
منٹوں میں موٹی اور باریک سیویاں تیار کریں
پتہ
مینیجر کارخانہ مشین سویان قادیان پنجاب

اشتہارات

خوشخبری

پیارے احباب۔ السلام علیکم۔ الحمد للہ کہ رسالہ صابون سازی چھپکر تیار ہوگیا ہے۔ جس کا ایک ایک نسخہ سینکڑوں روپے کے عوض دستیاب ہونا بالکل ناممکن ہے۔ میرے حال کے واقف جانتے ہیں کہ کن مصائب اور مشکلات اور دور دراز کے سفروں کو برداشت کرنے اور پانی کی طرح روپیہ بہا دینے کے بعد میں نے اس قیمتی فن کو حاصل کیا ہے۔ جس کا بفضلہ تعالےٰ بلا بخل کمال شرح صدر اور دیانت و امانت کے ساتھ ہر ایک نسخہ نہایت صحیح اور بار بار کے تجربہ کے بعد کوڑیوں کے مول اس رسالہ میں آپکی نذر کر دیا گیا ہے۔ واضح رہے۔ کہ کوئی صابون ساز سینکڑوں روپے لیکر بھی صحیح راز بتلانے کیلئے ہرگز تیار نہ ہوگا۔ الا ماشاء اللہ۔ اور کتابوں کے اگر آپ انبار جمع کریں۔ تو خاک حاصل نہ ہوگا۔ میرا دعوےٰ ہے۔ کہ پانچ روپیہ فی من سے لیکر ۸-۱۰-۱۲-۱۴-۱۶-۲۰ روپیہ فی من تک کے امرتسری۔ لاہوری ملتانی وغیرہ ہر قسم کے اعلےٰ ادنیٰ دیسی صابون بطریق گرم و سرد اور انگریزی مثل سنلائٹ پیر سوپ بانڈ سوپ۔ نیم سوپ۔ سینڈل سوپ وغیرہ جو میں نے اپنے عزیز بھائیوں کے نفع کے لئے لکھ دیئے ہیں۔ اگر ان کو کوئی غلط ثابت کر دے۔ تو ہر غلط ثابت کردہ نسخہ کے عوض یکصد روپیہ نقد انعام دیا جائیگا۔ دو آدمی باسانی ہر روز دس پندرہ من صابون تیار کر سکتے ہیں۔ جسے اگر فروخت کر دیا جائے۔ تو بھی چالیس روپیہ منافع کچھ بات نہیں اور پرچون میں تو دگنا نفع اٹھا لینا تعجب نہیں۔ اسی طرح اگر ایک مستعد اور مستقل مزاج آدمی تھوڑے سرمایہ سے کام شروع کردے تو یقیناً اللہ کے فضل سے تھوڑے عرصہ کے اندر مالا مال ہو سکتا ہے۔ یہ وہ چیز ہے۔ جس کا ہر گھر میں قریباً ہر روز استعمال ہے۔ اس لئے یہ ہنر ہے کہ ایک محلہ میں ہی بیٹھ رہے۔ تو کسی اور روزگار کی پرواہ نہیں۔ کئی چھوٹے رسالے اور اشتہارات صابون سازی کے متعلق پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ممکن ہے۔ اس اشتہار کو بھی اسی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ مگر میں سوائے اس کے کہ اس معاملہ کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دوں۔ اور کوئی راہ تسلی دلانے کی نہیں پاتا جو دوست اس رسالہ کو منگائیں گے۔ ہماری صداقت کے خود بخود قائل ہو جائیں گے یوں تو سینکڑوں روپے فیس پر بھی یہ راز خفیہ اور اسرار صدریہ کوئی بتلانے کیلئے آمادہ نہیں۔ مگر میں نے اس چند ورقہ رسالہ کی قیمت جسے اس رسالہ کی قیمت نہیں۔ بلکہ اس قیمتی اور نایاب ہنر کی ناچیز فیس خیال کرنی چاہیئے۔ صرف دس روپیہ رکھی ہے۔ جو سچ پوچھئے۔ تو میری محنت اور لاگت مذکورہ کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہے۔ اگر کوئی نسخہ غلط نکلے تو رسالہ بھیجکر اپنا روپیہ واپس لینے کا حق حاصل ہے۔ ہر ایک نسخہ بالکل صاف درج کر دیا گیا ہے۔ جس کے سمجھنے اور بنانے میں انشاء اللہ ایک بچہ بھی غلطی نہیں کر سکتا۔ جو دوست اس جگہ آکر سیکھنا چاہیں۔ ان کو علاوہ قیمت رسالہ کے تین روپیہ فی تجربہ الگ فیس علاوہ خرچ خوراک و رہائش وغیرہ ادا کرنی پڑیگی۔

المشتہر

محمد صدیق احمدی مینیجر کارخانہ صابون صدر بازار چھاؤنی لاہور

تصدیق مولوی محمد صدیق صاحب کا کارخانہ صابون ہمارے ریڈنگ روم کے نزدیک ہی ہے۔ جہاں اکثر دفعہ جانے کا مجھے اتفاق ہوا ہے میں مختلف اقسام کے صابون دیکھنے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کو فن صابون سازی میں ید طولیٰ حاصل ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اس فن کو باقاعدہ علم صابون سازی کے ماتحت اور محنت شاقہ سے سیکھا ہے۔ اور یہ کافی عرصہ کی عرق ریزیوں اور تجربہ کاریوں کا نتیجہ ہے۔ خواہ کسی قسم کا صابون اور کسی مقدار میں بنانا شروع کر دیں۔ کیا مجال ہے کہ خفیف سا نقص بھی واقع ہو جائے۔ صفائی اور عمدگی کے لحاظ سے اچھے سے اچھے صابون بھی ان کے صابون کا لگا نہیں کھا سکتے۔ میں ان احباب کو جو ان کا رسالہ صابون سازی خریدنا چاہیں۔ اور یہ فن سیکھنا چاہیں۔ یقین دلاتا ہوں۔ کہ وہ ہرگز اس میں دھوکہ نہیں کھائیں گے۔ اور قلیل رقم کے خرچ کرنے سے ایک اعلےٰ ہنر کے ماہر ہو سکتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

خاکسار

ڈاکٹر محمد رمضان خان احمدی اسسٹنٹ سرجن آئی۔ ایم۔ ڈی چھاؤنی لاہور۔

علامہ ڈاکٹر شیخ سر محمد اقبال صاحب ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لاء کے اردو کلام کا مجموعہ

موسومہ

بانگ درا

کا

دوسرا ایڈیشن

نہایت آب و تاب سے بہت عمدہ کاغذ پر طبع ہونے والا ہے لکھائی اور چھپائی مثل سابق دیدہ زیب ہوگی سرورق بھی اچھے نہایت خوبصورت ہوگا اور ہر ایک جلد ڈاکٹر صاحب موصوف کی تصویر سے مزین ہوگی باوجود ان تمام خوبیوں کے سابق قیمت مبلغ چار روپیہ کے بجائے دو روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصولڈاک صرف ان احباب سے لئے جاویں گے جو ۱۵ جون ۱۹۲۶ء تک اپنا آرڈر درج کرا دیں گے۔ یکصد کتاب سے زائد کے خریدار کو کمیشن بھی دیا جائیگا۔ دس کتاب کے خریدار کو محصولڈاک معاف (نوٹ) مجلد کتاب بھی ایک روپیہ زائد خرچ کرنے پر مل سکتی ہے بانگ درا اردو کلام کا نام ہے حروف سے لکھا ہوگا

المشتہر

حکیم شیخ طاہر الدین بازار انارکلی لاہور

لاولد عورتوں کو خوشخبری

طب قدیم کی قابل فخر و تازہ ایجاد

دوائے خوش کیف

اگر آپ کا کوئی عزیز یا ہمسایہ یا آپ خود لاولد ہیں یا آپکی اہلیہ مرض عقر یعنی بانجھ پن میں مبتلا ہیں اور آئندہ کوئی امید قیام نسل کی نہیں ہے یا صرف ایک دو بچہ ہو کر یا لڑکیاں ہو کر سلسلہ تولد ختم ہوگیا ہے۔ تو آج ہی اس دوا کو طلب کر کے فائدہ اٹھائیے گا جس کے ۲۱ یوم دو مرتبہ کے استعمال سے اگر ۶ ماہ کے اندر خوشی کے آثار نمایاں نہ ہوں۔ تو کل قیمت مع محصول روپیہ خرچہ کے واپس کر لو۔ بطور حفظ ماتقدم حالت حمل میں بچہ کی حفاظت کرتے ہوئے درد زہ کی تکلیف نہیں ہوتی۔ نیز کثرت ایام ماہواری میں بھی مفید ہے (نوٹ) ۵۰ برس سے زیادہ عمر کی عورت کے لئے یہ دوا طلب نہ کی جائے قیمت ساڑھے تین روپے محصولڈاک ۶ ؍

اکسیر ذیابیطس جلد جلد پیشاب آنا پیاس کا زیادہ معلوم ہونا۔ پیشاب میں شکر یا چربی کا خارج ہونا گھٹنے پنڈلیوں میں درد ہونا بدن کا تحلیل ہونا خشکی کا زیادہ رہنا وغیرہ اس دوا سے بالکل یہ شکایتیں دور ہو کر اصلاح ہو جاتی ہے۔ اگر اس مرض عسر العلاج سے بچنا ہو۔ تو اس دوا کو استعمال کیجئے۔ قیمت ۱۲ محصولڈاک ۴ ؍

ناظم مطب حکیم ظہیر الحسن ڈوڈی بازار متھرا

(نوٹ) اس بارے میں منگوانے والے خود اطمینان کر لیں (مینیجر)

ایک ہزار روپیہ نقد لیجئے

یہ امر تو اب اظہر من الشمس ہو چکا ہے۔ کہ ہمارا ساختہ موتی سرمہ (رجسٹرڈ) ضعف بصر۔ ککرے۔ خارش۔ جلن۔ پھولا۔ جالا۔ پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ گوہانجنی۔ رتوند۔ ناخونہ۔ ابتدائی موتیا بند۔ غرضکہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے۔ قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنہ۔

ریلوے انسپکٹر کی شہادت: جناب بابو فقیر اللہ صاحب پی ڈبلیو انسپکٹر گوجرانوالہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کئی اشتہاری سرمے استعمال کئے۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مگر آپ کے سرمہ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس کے چند روز کے استعمال سے اب میں بغیر عینک کے لکھ پڑھ سکتا ہوں۔ اللہ آپ کو اجر عظیم دے۔ فائدہ عام کیلئے آپ یہ شہادت ضرور شائع کر دیں۔ الخ دیکھئے فقط سرمہ احمدیہ صاحبان بھی جو ہمیں بھیجیں گے اس شہادت کو جعلی ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ نقد دیا جائیگا۔

المشتہر مینیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور

بڑھیا پگڑی اور امرتسری ہمارے کارخانہ میں اول درجہ کی پگڑیاں تیار ہوتی ہیں جو آپ دیکھکر نہایت خوش ہونگے ریشمی زردوزی [illegible] رنگ دار درجہ اول فی پگڑی تین روپے۔ جالی دار درجہ اول ڈیڑھ روپیہ ریشمی زری دار [illegible] درجہ اول فی پگڑی [illegible] ساتھ درجہ اول فی صافہ سات روپے۔ ریشمی مشہدی لنگی [illegible] نہایت ہی خوبصورت اور عمدہ خوش وضع امیرانہ فیشن کی درجہ اول فی لنگی دو روپے دو آنہ۔ ریشمی [illegible] فی کلاہ [illegible] ملنے کا پتہ: مینیجر سوفٹی جعفر سیٹھ جارج کمپنی لودیانہ پنجاب

(اشتہارات کی صحت کے ذمہ دار خود مشتہر ہیں نہ کہ الفضل۔ ایڈیٹر)

ہندوستان کی خبریں

——— لاہور یکم جون - رائے بہادر پنڈت شیو نرائن شمیم ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور کل یہاں سے لنڈن جانے کے لئے کراچی روانہ ہونگے - لنڈن میں آپ سلطنت برطانیہ کی یونیورسٹیوں کی کانفرنس میں پنجاب یونیورسٹی کے نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہونگے ✤

——— شملہ ۳۱ مئی - سین فرانسسکو (امریکہ) میں افغانوں کے ایک نئے دعویٰ پر غور و خوض ہو رہا ہے - سیکرمنٹو کے مسٹر علی اکبر صدر افغان ویلفیر ایسوسی ایشن نے یہ دعویٰ کیا - کہ چونکہ افغان نوری نسل سے ہیں - اس لئے ریاست ہائے متحدہ کے امیگریشن افسران ان کو ہندوؤں سے متعلق نہ سمجھیں ✤

——— ریاست کشمیر میں کہا جاتا ہے - کہ مہاراجہ کی اپنی عمارتوں پر یونین جیک کی بجائے ریاستی جھنڈے بلند کرائے گئے ہیں ✤

——— لاہور ۴ر جون - حکومت پنجاب نے عام معلومات کی غرض سے اپنے گزٹ کی تازہ اشاعت میں اعلان مورخہ ۱۵ر جولائی ۱۸۹۸ء کو پھر دوبارہ شائع کیا ہے - جس کا مطلب یہ ہے - کہ کسی شہر میں میونسپل حدود کے اندر گائے کی قربانی نہیں ہو سکتی الا یہ کہ جن جگہوں کے لئے ڈپٹی کمشنر کا تحریری لیسنس موجود ہو ✤

——— دہلی ۴ر جون - مجسٹریٹ ضلع نے ہندو مسلمانوں کے درمیان ناخوشگوار تعلقات ہونے کی وجہ سے دفعہ ۱۴۴ تعزیرات ہند کے ماتحت یہ حکم دیا ہے - کہ ۷ر جون سے کوئی شخص لاٹھی آتشیں اسلحہ یا کوئی دوسرا ہتھیار لے کر نہ چلے - اور نہ ان کی ایک سے زائد تعداد جمع ہو ✤

——— بمبئی ۴ر جون - ۴ر جون کے میل اسٹیمر سے جو بڑے بڑے لوگ ہندوستان اترے ہیں - ان میں ہر ہائی نس بیگم صاحبہ بھوپال، نواب حمید اللہ خاں خاص قابل ذکر ہیں ✤

——— بمبئی ۴ر مئی - ڈاکٹر - ایس - دی - کیتکر نے مرہٹی زبان میں ایک انسائیکلوپیڈیا لکھی ہے - جس میں رسول اکرم کا ایسے الفاظ میں ذکر کیا ہے - جو مسلمانوں کے لئے دلآزار ہے - بمبئی کے مسلمانوں نے ایک جلسہ کر کے بمبئی گورنمنٹ سے استدعا کی ہے کہ کتاب مذکور سے یہ حصے نکال دیئے جائیں ✤

——— مدراس - ۴ر جون - تشنج (شدت دھوپ سے چکر آنا) اور دیکایک موت کے شہر و مفصل میں عام طور پر واقعات ہو رہے ہیں ✤

——— الہ آباد - ۳ر جون - سہارن پور کے ایک ہائیکورٹ کے وکیل مسمی محمد عثمان کے خلاف سرکاری وکیل نے درخواست کی ہے - کہ وکیل مذکور کے خلاف انضباطی کارروائی کی جائے ـــــ بیان کرتے ہیں - کہ اس وکیل کا ایک بھائی محمد ادریس نامی ہے - جس نے پنجاب یونیورسٹی کا سکول لیونگ سارٹیفکیٹ پر امتحان دیا تھا - لیکن کمرہ امتحان میں اس کی بجائے کوئی دوسرا آدمی پرچہ لکھتا رہا - آخر یہ معاملہ یونیورسٹی کو معلوم ہوا - اس مجسٹریٹ نے کہا اپنے بھائی کو لاؤ - وکیل صاحب ادریس کی بجائے کسی اور شخص کو عدالت میں لے گئے ✤

——— لکھنؤ - ۳ر جون - لکھنؤ میں جماعتی کشیدگی جاری ہے اگرچہ دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا گیا ہے - اور پولیس ہوشیاری کے ساتھ کام کر رہی ہے - لیکن پھر بھی اسے اطلاعات موصول ہو رہی ہیں - کہ اکیلے اکیلے آدمی پر حملہ کر دیا جاتا ہے ✤

ممالک غیر کی خبریں

——— لنڈن یکم جون - انتخابات مصر میں زاغلول پاشا کو اس قدر کامیابی حاصل ہوئی ہے - کہ اس کی جماعت کو مقابل کی جماعتوں کی نسبت اپنی اکثریت کے اعتبار سے سہ چند فوقیت نصیب ہو گئی ہے - زاغلول پاشا کے اس اقتدار کی وجہ سے مصر کی صورت حالات نازک ترین ہو گئی ہے ✤

——— حکومت برطانیہ زاغلول سے یہ چار مطالبات منوانا چاہتی ہے - (۱) سوڈان پر برطانیہ کا حق تصرف تسلیم کر لیا جائے (۲) نہر سویز کی حفاظت کی ضامن حکومت برطانیہ ہو (۳) مصر میں غیر ملکی اشخاص کے مال و جان کا تحفظ برطانیہ کے ذمہ ہو (۴) مصر کو اغیار و اجانب کے حملوں سے بچانے کا استحقاق برطانیہ کو حاصل ہو - زاغلول پاشا مثل سابق آج بھی ان مطالبات کو تسلیم کرنے پر طیار نہیں - علاوہ ازیں اس نے برطانیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ برطانوی افواج کو مصر سے نکل جانا چاہیئے ✤

——— قسطنطنیہ ۲ر جون - موسیو سراٹ اور توفیق پاشا وزیر خارجہ ترکی نے ترکی اور شام کے "معاہدہ رفاقت" پر دستخط کر دیئے ہیں یہی وہ معاہدہ ہے - جس کے لئے چند ماہ کی بات ہے - کہ موسیو ژوینال (فرانسیسی ہائی کمشنر متعینہ شام) نے گفت و شنید شروع کی تھی ✤

——— تازہ - ۳۱ر مئی - تقریباً ۲۰۰ خچروں کا ایک قافلہ جس پر حسرت برس رہی تھی - اور جس میں امیر محمد بن عبد الکریم کے اہل و عیال اور سامان تھا گرد آلود کوہستانی راستہ پر تازہ کیطرف جا رہا تھا -

قافلہ وقت معینہ سے پہلے پہنچا - کیونکہ اہل قبائل نے امیر موصوف کے سامان کی بار برداری میں مدد دینے سے انکار کر دیا تھا - اس لئے زیادہ سامان نہ لے جایا جا سکا - قافلہ والوں پر وہ لوگ جو کل تک یار و وفادار تھے آج حقارت آمیز اور ذلت انگیز نظریں ڈال رہے تھے - اور یہ وہی شخص تھا - جس کے ہاتھوں میں ان لوگوں کی جانیں تھیں ✤

——— لنڈن - ۳ر جون - قاہرہ کا ایک پیغام مظہر ہے - کہ سعد زاغلول پاشا کا ارادہ ایک ہوٹل میں جہاں ۲۵۵ مہمان موجود تھے - بذریعہ اعلان ظاہر کر دیا گیا - جماعت کے ایک ممتاز رکن احمد بے ساحی نے سابق قرار داد کے مطابق اپنی تقریر میں زاغلول پاشا کی صحت کا ذکر کیا - اور صلاح دی - کہ مناسب ہوگا اگر پاشائے موصوف منصب وزارت عظمےٰ عدلی پاشا کے حوالہ کر دیں ✤

اس کے بعد زاغلول پاشا نے اعلان کیا - کہ اگر حاضرین کی یہی مرضی ہے - تو میں علیحدہ ہو جاتا ہوں - عدلی پاشا البتہ وزارت شوق سے سنبھالیں - بعد ازاں زاغلول پاشا نے ایک طویل تقریر پڑھکر سنائی - جو بحیثیت آئندہ وزیر اعظم کی تقریر کے لکھی گئی تھی - اس تقریر میں آپ نے نہایت متانت و سنجیدگی اور اعتدال سے کام لے کر حاضرین سے التجا کی - کہ وہ اپنے اپنے فرائض منصبی ادا کریں ✤

——— طہران ۲ر جون (پائنیر کا خاص تار) جو ٹھیکہ حال میں جنکرس کمپنی کو دیا گیا تھا - اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے - کہ یورپ کو پہلی فضائی ڈاک براہ روس کل طہران سے روانہ ہو گئی - ڈاک کا سلسلہ بہت جلد بوشہر اور عراق تک وسیع کر دیا جائیگا ✤

——— طوفان کے بعد بغداد پر دوسری مصیبت طاعون کی صورت میں نازل ہوئی ہے - پہلے تین ہفتوں میں طاعون کی ایک سو واردات ہو چکی ہیں - ان میں سے ۶۰ واردات مہلک ثابت ہوئی ہیں - محکمہ حفظان صحت کے کارپرداز ٹیکہ لگانے پر بڑا زور لگا رہے ہیں - اس وقت تک ۹۰ ہزار اشخاص کو طاعون کا ٹیکا لگایا جا چکا ہے ✤

——— وارسا یکم جون - انقلاب پسندوں کے قائد اعظم جنرل پلوڈسکی نے کہدیا ہے - کہ چونکہ پیدا شدہ حالت کی وجہ سے لوگ اس کے قتل کے درپے ہیں - اس لئے وہ صدارت کو تسلیم نہیں کر سکتا ✤

مسلم طلباء ضلع منٹگمری کو وظائف

مسلم کوآپریٹو ایجوکیشنل ایسوسی ایشن لمیٹڈ منٹگمری ایسے مستحق طلبا کو وظائف اور قرض حسنہ دیتی ہے - جو ضلع منٹگمری کے رہنے والے ہوں - اور کسی صیغہ میں اعلےٰ تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند ہوں - جملہ امور مجھ سے خط و کتابت سے معلوم ہو سکتے ہیں - درخواستیں بھی مقررہ فارم پر آنی چاہییں - جو مجھ سے مل سکتی ہیں - ضلع منٹگمری کے ایسے طلباء جو اپنی آئندہ تعلیم کے متعلق یا اور مفید مشورہ چاہتے ہوں - مجھ سے خط و کتابت کریں - اور اگر ممکن ہو - تو مجھ سے مل سکتے ہیں ✤ (آنریری سیکرٹری مسلم کوآپریٹو ایجوکیشنل ایسوسی ایشن لمیٹڈ)

(منشی عبدالرحمن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)